احیائے تصوف کا علمبردار

نوائے صوفیہ



نوائے صوفیہ

شمارہ نمبر ۹ نومبر ۱۹۹۳ء

فہرست مضامین

سرورق کی تصویر

تصویر خیالی شاہِ ہمدان حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رح

مقامِ اشاعت

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ

سیکٹر G-7/4

اسلام آباد

قیمت فی پرچہ ۶ روپے

تفکر و تذکر

غازی محمد نعیم

الذی خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملا ۲ ....وہ ذات

جس نے زندگی اور موت کی تخلیق فرمائی تاکہ دیکھے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے ۔ "تفکر و تذکر" کے عنوان کے تحت گذشتہ قسط میں "سوچ" اس کی اہمیت اور انواع کے بارے میں کچھ باتیں نظر قارئین کی گئیں۔ اس مضمون کا ایک ذیلی موضوع "حقیقت زندگی" اور مقصد زندگی تھا۔ آج اسی بارے میں کچھ تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ گفتگو کوئی علمی یا ادبی نوعیت کی بحث نہیں بلکہ محض میرے اور آپ کے ذہن سے اکثر گذرنے والے کچھ عمومی خیالات ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کروں کہ ایک عام آدمی کے لئے یہی باتیں فلسفیانہ موشگافیوں سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہوتی ہیں۔

زندگی کی حقیقت کے بارے میں سوچنے والوں یعنی فلاسفر، شعراء، ادباء اور سائنسدانوں نے بہت کچھ تامل اور سوچ بچار کیا ہے۔ لیکن کما حقہ کوئی بھی اس کی حقیقت کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ زندہ اشیاء جسم اور روح کا مرکب ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک جزو کی حقیقت کو الگ الگ سمجھنا اس کل کی تفہیم کے لئے ضروری کا ہے۔ مذکورہ اجزائے ترکیبی میں نسبتاً سہل تر چیز جسم ہے کیونکہ یہ مادی کا ہے اور حواس خمسہ کی گرفت میں آنے والی شے ہے۔ اگرچہ زندہ اشیاء بھی انہی عناصر (ELEMENTS) سے مل کر بنتی ہیں جن سے بے جان مرکبات ظہور پذیر ہوتی ہیں لیکن ان اشیاء میں عناصر کی ترکیب ایک خصوصی انفرادیت کی حامل ہے۔ چنانچہ تمام نامیاتی (ORGANIC) اشیاء جن سے زندہ چیزیں بنتی ہیں ، تین عناصر یعنی کاربن ، ہائیڈروجن اور آکسیجن بنیادی اہمیت رکھتے ہیں اور تقریباً تمام زندہ اشیاء انہی تین عناصر سے ترکیب پاتی ہیں البتہ بہت سے اور عناصر بھی زندہ اجسام کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں جیسے سلفر، فاسفورس، کیلشیم، سوڈیم وغیرہ۔ جب کوئی زندہ چیز مر جاتی ہے اور گلنے سڑنے یا (PUTREFICATION) کے عمل کا شکار ہو جاتی ہے تو یہ بنیادی عناصر بکھر جاتے ہیں اور ہوا اور مٹی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ بہت سے مفکرین کو حقیقت زندگی کے اس مادی رخ نے متاثر کیا ہے۔ بقول چکبست

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب\
موت کیا ہے انہی عناصر کا پریشاں ہونا

ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے ایک طویل عرصہ تک بہت سے مفکرین کے انداز فکر کو متاثر کئے رکھا۔ نظریہ ارتقاء کی رُو سے زندگی بتدریج سادگی سے پیچیدگی کی طرف اور خلقت کی ادنیٰ صورتوں سے اعلیٰ ہیئتوں کی جانب محوِ سفر ہے۔ ساخت کے اعتبار سے ادنیٰ ترین مخلوق وائرس ہے جس میں کچھ خصوصیات بے جان اشیاء کی اور کچھ زندہ اشیاء کی پائی جاتی ہیں بیکٹیریا کی ساخت وائرس سے زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے اور یہ پروٹین سے مل کر بنے ہوتے ہیں۔ یک خلوی جانداروں میں کئی نظام ہائے زندگی مثلاً تغذیہ ، اخراج ، تنفس اور تولید وغیرہ اپنی سادہ ترین شکل میں پائے جاتے ہیں جبکہ ترقی یافتہ جانوروں میں کروڑوں خلئے مل کر پیچیدہ نظاموں کو تشکیل دیتے ہیں۔ ساخت کے اعتبار سے انسان اور باقی جانوروں میں چنداں فرق نہیں البتہ وہ چیز جو انسان کو دیگر جانوروں سے ممتاز بناتی ہے

وہ اس کا ترقی یافتہ دماغ ہے۔ انسانی دماغ حجم کے لحاظ سے برتر ہے بلکہ اپنی پیچیدگی کے اعتبار سے تخلیق کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے خصوصاً انسانی ذہن کا اگلا حصہ جسے PREFRONTAL LOBE اور FRONTAL LOBE کہتے ہیں۔ بندر اور چمپنزی سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ یہ تو ہماری زندگی کی مادی حیثیت کا مختصر سا تعارف ہے۔ لیکن وہ کیا چیز ہے۔ جو دل کو دھڑکنے پر مائل کرتی ہے؟ پھیپھڑوں کو شب و روز دھونکنی کی طرح چلاتی رہتی ہے۔ دماغ کو ہر وقت ایک محشر خیال بنائے رکھتی ہے۔ لہو کو شریانوں میں دوڑنے پھرنے پر مجبور کرتی ہے جو قوائے جسمانی اور حواس خمسہ کے وجود کی ذمہ دار ہے۔ کون سی چیز ہے جس کے نکل جانے سے زندہ چیز مردہ قرار پاتی ہے؟ یہ منفرد چیز جو ان سب باتوں کی ذمہ دار ہے "روح" ہے۔ روح کی حقیقت کے بارے میں بہت کم کہا یا لکھا گیا ہے۔ خود خالق کائنات نے قل الروح من امر ربی فرما کر مزید تفصیل اور تشریح کی راہ مسدود فرمائی ہے۔ لیکن یہ قرآنی جواب عوام الناس کیلئے ہے۔ انبیاء، اولیاء اور خدا کے برگزیدہ بندے روح کی حقیقت کا شعور رکھتے ہیں۔ قرآن کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے فرمائی اور پھر مٹی کے اس مجسمے میں اپنی روح پھونک دی۔ بس روح خالصتاً الوہی چیز ہے اور اس کا کما حقہٗ ادراک بھی اس قدر مشکل ہے جتنا ذات حق کی حقیقت کو سمجھنا۔

سائنس دراصل حواس خمسہ سے حاصل شدہ علوم کا مجموعہ ہے اور سائنسدان کے ہاں صرف وہی حقائق قابل قبول ہیں جو مشاہدے اور تجربے کی زد میں آتے ہیں گویا سائنس کی دنیا محدود ہے اور سائنسدان کی پہنچ ان حقائق تک نہیں جن کا تعلق دنیائے باطن سے ہے اور جو حواس خمسہ کی گرفت میں نہیں آسکتے چنانچہ سائنس اور ترقی پسندی کے کچھ نام نہاد اور تنگ ظرف دعوے دار ان حقائق کو یک قلم مسترد کر دیتے ہیں جن کا انہیں کچھ علم نہیں ہوتا حالانکہ کسی ایسی بات کو مسترد کر دینا جس کا آپ نے مشاہدہ یا تجربہ نہ کیا ہو یا جو آپ کے علم میں نہ آئی ہو اتنا ہی غیر سائنسی اور جاہلانہ طرز عمل ہے جیسا کہ تسلیم شدہ حقائق سے انکار اور انحراف کرنا۔ چنانچہ اہل سائنس حیات و کائنات کی پیدائش اور ارتقاء کو محض ایک حادثے کی پیداوار قرار دینے پر بضد ہیں جو بڑی حد تک غیر حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ہے۔ حیات و کائنات کے ایک ایک مظہر میں اس قدر خوبصورت تنظیم اور توازن موجود ہے کہ ہر صاحب علم و عقل اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً اس ساری تخلیق اور صناعی کے پیچھے کسی صانع اور خالق کا دست قدرت کار فرما ہے اسی عقل کلُ یا UNIVERSAL INTELLIGENCE کا نام خدا ہے اور جملہ موجودات اسی کی شان قدرت کے مختلف مظاہر ہیں۔ صوفیاء کے ہاں یہی نظریہ وحدت الشہود کے نام سے مقبول رہا۔ جن لوگوں کی نظر ذرا اور دور گئی وہ خالق کی اس تخلیق اور صناعی پر اتنے فریفتہ اور گرویدہ ہوئے کہ انہیں مخلوق میں بھی حقائق ہی کا جلوہ نظر آیا۔ ان کے نزدیک یہ عالم وجود مجاز ہے اور یہ محض حقیقت کا پرتو ہے سب کچھ خدا ہے اور خدا کے علاوہ سب کچھ باطل ہے۔ یہ نظریہ وحدت الوجود کا ہے۔ جس کے علمبرداروں میں نمایاں نام شیخ محی الدین ابن عربی کا ہے۔

ہم زندگی کی حقیقت سے بحث کر رہے ہیں اور زندگی چونکہ اس کائنات میں ظہور پذیر ہونے والا ایک تخلیقی کارنامہ ہے اس لئے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس کے خالق کی پہچان ہونا ضروری ہے یوں تو کسی بھی عقل رکھنے والے انسان کے لئے وجود باری تعالیٰ کی حقیقت کو پہچاننا مشکل نہیں ہے لیکن انسانوں پر باری تعالیٰ کا خاص کرم یہ ہے کہ اس نے حقیقت کی منزل تک ہماری رہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا اور ان میں سے بعض کو روشن آیات اور کتابیں دے کر بھیجا۔ ہم نبی کی بات اس لئے مانتے ہیں کہ نبی بلحاظ عقل، بلحاظ علم اور بلحاظ اخلاق و دیگر جملہ بنی نوع انسان سے افضل اور برتر ہوتا ہے۔ نبی کا ہر ہر فرمان

باقی صفحہ ۳۰ پر

گذشتہ سے پیوستہ

ابوالعرفان محمد بشیر فاضل عربی
جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ
جی ۔ ۷/۴ اسلام آباد

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ

وَسُنَنُهَا فِي الْأَوَّلِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ إِلَى الزَّنْدَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَالْبَسْمَلَةُ وَفِي الْأَثْنَاءِ تَخْلِيلُ بَاطِنِ الْأُذُنَيْنِ وَغَسْلُ الْأَعْضَاءِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالدَّلْكُ فِي كُلِّ عُضْوٍ تَقْدِرُ بِيَدِكَ عَلَى ذَلِكَ وَفِي الْآخِرِ تَخْلِيلُ أَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ ۔

غسل کے مسنون افعال : شروع شروع میں یہ افعال مسنون ہیں ۔

۱ ۔ کلائیوں سمیت تین مرتبہ ہاتھوں کا دھونا
۲ ۔ کلی کرنا
۳ ۔ ناک میں پانی ڈالنا
۴ ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا پڑھنا

دورانِ غسل یہ افعال مسنون ہیں

۱ ۔ کانوں کے اندرونی حصوں کا خلال کرنا ۔
۲ ۔ اعضائے بدن کو تین تین مرتبہ دھونا ۔
۳ ۔ بدن کے ہر اُس حصے کو خوب ملنا ۔ جسے ہاتھ لگا کر ملنے پر آپ کو قدرت حاصل ہے ۔

غسل کی آخری سُنّت

غسل کے آخر میں یہ فعل مسنون ہے ۔
پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا ۔

وضاحت وضو کی طرح غسل کے بھی بعض مسنون افعال وہ ہیں جو نیت سے پہلے بجا لائے جاتے ہیں ۔ چنانچہ یہاں پر غسل کی نیت سے پہلے بجا لائے جانے والے چار افعال مذکور ہوئے ہیں ۔ ان چاروں افعال میں لفظی ترتیب کے اعتبار سے چوتھا مسنون فعل عملی ترتیب کے اعتبار سے دوسرے تینوں افعال پر مقدم رکھا جاتا ہے ۔ مطلب یوں ہوا کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا پڑھنا فقہی عبادت میں الفاظ کی ترتیب کے لحاظ سے وضو کے ابتدائی مسنون افعال کی فہرست میں چوتھے نمبر پر ہے ۔ حالانکہ عملاً اس کو سب سے پہلے پڑھنا افضل ہے ۔ ہاں اگر پہلے پڑھنا بھول جائے تو غسل کے دوران جب بھی یاد آجائے اسے ضرور پڑھ لے اگر بالفرض یاد آنے کے باوجود بسملہ کو آغاز غسل میں نہ بھی پڑھا جائے اور دوران غسل بھی نہ پڑھی جائے تو اس صورت میں غسل کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا ۔ کیونکہ کسی مسنون فعل کے چھوڑ دینے سے نہ وضو کی صحت متاثر ہوتی ہے نہ غسل کی صحت ۔ البتہ ایسا کرنا عمداً ہو تو یہ خلاف اولیٰ ٹھہرے گا ۔

پس چہ باید کرد

مذکورہ وضاحت کے تحت غسل کرنے والا استنجا سے فراغت پا کر پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا ۔ پھر ہاتھوں کو کلائیوں سمیت تین بار دھوئے گا پھر کلی کرے گا اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے گا ۔ نیت سے قبل بجا لائے جانے والے یہ چاروں مسنون افعال دراصل غسل کے مقدمات اور مبادیات کہلاتے ہیں اور ان کو مسنون افعال کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے ۔ دوران غسل بجا لائیں ۔

غسل کے دوران دونوں کانوں کے اندرونی حصوں کا خلال کرنا مسنون قرار دیا گیا ہے تاکہ کانوں کے اندرون کا بھی استیعاب ہو جائے اور غسل ہر لحاظ سے تمام اور کامل ٹھہر جائے ۔ غسل کے دوران اعضائے بدن کو تین تین بار دھو ڈالنا مسنون ٹھہرایا گیا ہے تاکہ اس طرح سے بدن کا کوئی حصہ خشک نہ رہنے پائے ۔ غسل ترتیبی کے آخری حصے میں تین بار سے زائد دھو ڈالنا خلاف سنت قرار پائے گا ۔ تاہم اس سے غسل کا بطلان لازم نہیں آئے گا ۔ غسل کے دوران بدن کو ہاتھوں سے خوب ملنا چاہیئے تاکہ غیر شعوری طور پر کہیں کوئی خشک حصہ پانی کی زد سے باہر رہ گیا ہو تو وہ بھی تر ہو جائے اور غسل کرنے والا اس بجا آوری سے مکمل طور پر سبکدوش ہو سکے ۔

اختتامی سنّت

غسل کے آخر میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا مسنون قرار دیا گیا ہے ۔ اگر انگلیاں یوں ملی ہوئی ہوں کہ دیکھنے والا یہ گمان کرے کہ ہر ایک انگلی دوسری انگلی میں جڑی ہوئی ہے ۔ اس صورت میں انگلیوں کا خلال کرنا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ انگلیوں کے درمیانی حصے خشک رہ جائیں گے اور غسل تمام ہونے سے رہ جائے گا ۔

صابن کا استعمال

واجب غسل کی بجا آوری کے دوران صابن کا استعمال کرنا درست نہیں کیونکہ صابن کا استعمال میل کچیل سے مزید صفائی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور یہ ایک زائد فعل ہے جو غسل کے واجب اور مسنون افعال سے بیرون ہے لہٰذا غسل کے دوران صابن استعمال کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ صابن کا استعمال غسل کی بجا آوری سے پہلے کرے یا غسل سے فراغت پانے کے بعد صابن سے بدن کو مزید دھو ڈالے ۔ یہ کام غسل سے فراغت پانے کے بعد کیا جائے تو بہتر ہے ۔ اگر کسی کا بدن گندگی سے لت پت ہو تو ایسا شخص واجب غسل کی بجا آوری سے پہلے ہی بدن کو صابن وغیرہ کے استعمال سے بالکل صاف کرے پھر غسل کرے ۔ اگر مسنون غسل ہو تو غسل کے دوران بھی صابن وغیرہ کا استعمال کرنا درست ہے یہ ممکن الوقوع نادر صورتوں میں شامل ہے لہٰذا اس کو کسی دوسرے مسئلہ کے لئے بنیاد بنانا درست نہیں ہوگا ۔ (جاری ہے)

بقیہ :۔ اسمائے الٰہی سے علاج

۷۷۔ جریان	المتعالی
۷۸۔ ورم تلی و جگر	المبرّ
۷۹۔ مثانہ کی پتھری	التوّابُ
۸۰۔ بائیں گردے میں پتھری	المنتقمُ
۸۱۔ جوڑوں میں درد	العفوّ
۸۲۔ ہذیان / پاگل پن	الرّؤفُ
۸۳۔ جنرل ٹانک	یا مالک الملک
۸۴۔ ہرنیا	یا ذوالجلال والاکرام
۸۵۔ گلے کے غدود کا بڑھ جانا	المعطی
۸۶۔ دانت درد	المانعُ
۸۷۔ فالج	الضارُّ
۸۸۔ لقوہ	النافعُ
۸۹۔ حاملہ کی شدید قے	النوُّرُ
۹۰۔ ناسور / غدود کے امراض	الھادی
۹۱۔ پیشاب میں شوگر کی زیادتی	البدیعُ
۹۲۔ بے خوابی نیند نہ آنا	الباقی
۹۳۔ جسم کے کسی بھی درد کے لئے	النوُّرُ
۹۴۔ سر درد / درد شقیقہ	الوارثُ
۹۵۔ بلڈ پریشر میں زیادتی	الرّشیدُ
۹۶۔ بچوں کے شدید دست	الصبورُ
۹۷۔ خسرہ	الجامعُ
۹۸۔ سینے کی بیماریاں	الغنیُّ
۹۹۔ پھلبہری ، چنبل ، جسم پر سفید داغ	المغنیُ

تصوّف

مندرجہ بالا عنوان سے نوائے صوفیہ قسط نمبر ۹ کے لئے متعدد مضامین موصول ہوئے۔ موضوع کی یکسانیت کے پیشِ نظر ان مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے البتہ سید زاہد حسین الموسوی کا مضمون آئندہ قسطوں میں بھی جاری رہے گا۔ (ادارہ)

۱۔ تعارفِ تصوّف

سید زاہد حسین الموسوی
ممبر واعظ سیتو بلتستان

عربی لغت میں صوف اُون کو کہتے ہیں اور صوفی بمعنی پشمینہ پوشش کے استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں صوفی اس شخص کو کہتے ہیں جو نگاہ رکھتا ہے اور اپنے دل کو اور اپنی خاطر کو غیر حق کے خیال سے صاف رکھتا ہے۔

لغت کشف، لطائف اور دیگر معتبر کتابوں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ صوفی منسوب بہ صفہ ہے پیغمبرِ اسلام کے زمانے میں ایک قوم اہلِ تجرّد سے تھی جو علائق دنیا سے منہ موڑ کر خدمتِ کعبہ میں مشغول رہتی تھی اور طوافِ کعبہ کے لئے آنے والوں کی خدمت برائے ثواب اخروی سرانجام دیتی تھی۔ یہی قوم بعد میں اہلِ تصوّف کہلائی۔ صوفی کا لفظ یعنی مخلص بھی استعمال ہوا ہے۔ طریقت کے معنی راستے کے ہیں اور اہلِ تصوف کی اصطلاح میں طریقت بمعنی تزکیۂ باطن اور شریعت بمعنی تزکیۂ ظاہر مستعمل ہیں اسی لئے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من سرہ ان یجلس مع اللّٰہ فلیجلس مَعَ اَھلِ التَّصَوُّف یعنی جو کوئی چاہتا ہے کہ اللہ کے ساتھ ہم نشینی کرے اسے چاہیئے کہ صوفیوں کی صحبت اختیار کرے۔

نیز ارشادِ نبوی ہے لَا تَطْعَنُوْا عَلٰی اَھْلِ التَّصَوُّفِ وَالْخِرَقِ فَاِنَّ لِبَاسَھُمْ لِبَاسُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَخْلَاقَھُمْ اَخْلَاقُ الْاَنْبِیَآءِ یعنی صوفیوں اور خرقہ پوشوں کو طعنہ نہ دو۔ کیونکہ ان کا لباس انبیاء کا لباس ہے اور ان کی عادات و اطوار بھی انبیاء کی جیسی ہیں تصوف صَفَا سے بھی مشتق ہے جس سے صفائے قلب و باطن مراد ہے خلق میں رہتے ہوئے اس سے کنارہ کش رہ کر دوستیٔ مولا کو اختیار کرنے کا نام تصوف ہے

حضرت امام محمد بن باقرؑ نے تصوف کی تعریف یوں فرمائی ہے اَلتَّصَوُّفُ خُلْقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَیْكَ فِی الْخُلْقِ زَادَ عَلَیْكَ فِی التَّصَوُّفِ یعنی تصوف پاکیزہ اخلاق کا نام ہے جس کے اخلاق جتنے زیادہ پاکیزہ ہوں گے وہ اتنا ہی زیادہ صوفی ہوگا۔

دورِ حاضر میں چونکہ لوگ تصوّف سے اتنا شغف نہیں رکھتے تعلیمات تصوف کو آسان تر شکل میں پیش کرنا چاہیئے چنانچہ فی زمانہ سادگی اور اعتدال کی راہ اپنانا تقویٰ اور قناعت اختیار کرنا اور صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہی تصوف ہے

تصوّف کے معنی و مفہوم

ممتاز علی دُم سی

تصوّف کا تعلق تزکیۂ نفس اور تطہیرِ قلب سے ہے۔ صوفی بجائے دماغ کے دل کو تلاشِ راہ حق کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ اس علم کا سرچشمہ رسول اللہ کی ذات والا صفات ہے

آپ ہی کی وساطت سے یہ علم مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کو ملا اور تا زمانۂ حال مختلف سلسلہ ہائے تصوف کے ہاں رائج ہے۔

صوف یعنی اون کا لفظ دراصل سادگی کا استعارہ ہے اور صوفی اپنے اصطلاحی معنوں میں سادہ زندگی بسر کرنے والا اور دنیاوی تفتیش سے دور رہنے والا شخص ہے۔

صوفی کے لفظ سے لوگ دوسری صدی ہجری میں ہی آشنا ہو گئے تھے لیکن تصوف ایک باقاعدہ علم کی حیثیت سے تیسری صدی ہجری میں رائج ہوا۔

انسانی زندگی کا اہم ترین مقصد تلاش حق اور تلاش حقیقت ہے یہ تلاش محنت اور ریاضت کی متقاضی ہوتی ہے صوفیائے کرام کے نزدیک حق تک رسائی کی راہ میں چار منزلیں آتی ہیں :

۰۱ شریعت
۰۲ طریقت
۰۳ معرفت
۰۴ حقیقت

شریعت سے مراد دراصل اطاعتِ رسول ہے جس سے نفس کی تربیت ہوتی ہے۔ تربیت کے روحانی نظام میں بیعت اور اطاعت بنیادی شرطیں ہیں بیعت سے مراد مرشد کامل کی مکمل بیعت ہے۔ یہ بیعت راہ حق میں جان و دل کی مکمل سپردگی ہے اور یہی طریقت ہے اور ضبطِ نفس کی مکمل تربیت کا شاخسانہ ہے جو کہ طالب حق کو تیسری منزل یعنی معرفت میں داخل کرتی ہے جہاں صوفی کا قلب اس قابل ہو جاتا ہے کہ حق کا علم حاصل کر سکے اور یہ علم اسے چوتھی اور آخری منزل کا راستہ دکھاتا ہے جو حقیقت ہے اور جہاں صوفی چشم باطن سے حق کا جلوہ دیکھ لیتا ہے۔ تصوف کی ان منازل کی نشاندہی اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (حٰم السجدہ ۵۳)

ترجمہ: ہم ان کو جلد دکھادیں گے اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور ان کے نفسوں میں یہاں تک کہ وہ پکار اٹھیں کہ تحقیق حق یہی ہے۔

صوفی دراصل خدا کا دوست ہے اور اس کی قدر و منزلت کی نشاندہی حضور نبی کریمؐ نے خود فرمائی کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا شمار نہ انبیاء میں ہے اور نہ شہداء میں لیکن انبیاء اور شہداء قیامت کے روز ان کی سرفرازی دیکھ کر رشک کریں گے۔ ایک صحابی نے سوال کیا؟ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں تا کہ ہم انہیں محبوب رکھیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہرے پر نور ہے۔ جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو گی اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو ان کے نزدیک غم پھٹکنے بھی نہیں پائے گا۔ پھر رسول اللہؐ نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس ۶۳) اولیاء اللہ پر نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تصوف کا اہم ترین مقصد دلوں کو برائی سے پاک کرنا اور ان میں حق تعالیٰ کی محبت کو تازہ کرنا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے صوفیائے کرام ذکر کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے ارباب ذکر کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ ط جو لوگ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تصوف میں عام طور پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسم کا ورد کیا جاتا ہے۔ یہ ذکر روح و بدن کو سرور سے بھر دیتا ہے اور انسان کی توجہ اپنے باطن پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ یوں ذاکر کا دل ۔ ایک طرف حسد بغض، کینہ اور نفرت جیسی بیماریوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اس کے اندر محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور شریعت کی روح قلب کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتی ہے۔

عہدِ حاضر میں تصوّف کی ضرورت اور تصوّف کے اجزائے ترکیبی

اخوند غلام تقی
منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

اس مشینی دور نے انسان کو کسی قدر جسمانی آرام تو دیا لیکن قلب و روح کو بے چینی اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہر سمت نفسا نفسی کا عالم ہر فرد نفسانی خواہشات کا خوگر اور ہر طبقۂ انسانیت کو مادہ پرستی کی دوڑ میں سبقت لے جانے کی فکر دامن گیر ہے۔ ذکر و فکر نیم شبی آہ سحر گاہی اور حلقہ ہائے ذکر کی گرمی سے ہمارا معاشرہ بالکل ناآشنا ہے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب اس وقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک افراد ملت اپنا تعلق بندگی اللہ تعالیٰ سے نہیں جوڑ لیتے۔

اس دور کا نوجوان بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے کے باعث خدا اور رسولؐ کا انکار تو نہیں کرتا کیونکہ سماجی دباؤ شرم اور ڈر لاحق ہے لیکن دراصل وہ بری طرح بے یقینی کا شکار ہو چکا ہے اس کے لئے یہ تمام عقائد چیستاں ہیں اور اس کا دل ان سے انکار کرنے پر مجبور ہے وہ بظاہر آخرت جنت دوزخ اور حساب و کتاب سے منکر نہیں لیکن اگر اللہ کی ذات ان کے دل چیر کر ان کی کیفیتیں دکھلائے تو ہزاروں ایسے نوجوان مل جائیں گے جو زبان سے تو قیامت کا انکار نہیں کرتے لیکن ان کے دل قیامت اور آخرت کے انکار سے مسموم ہیں۔ وہ زبان سے اللہ اور رسولؐ کو خارجی دباؤ کے باعث ماننے پر مجبور ہیں لیکن ان کے دل سراپا استفہام ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کو ماننے کا کوئی اچھا اور امید افزا نتیجہ انہوں نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

جب ہم نوجوان نسل کو دین سے گریزاں دیکھتے ہیں کہ وہ ایمانی، اخلاقی اور روحانی اقدار سے بے گانہ ہیں دین پر عمل پیرا ہونے کی جو تڑپ ان میں نظر آنی چاہیئے تھی وہ مفقود ہے تو ہم انہیں ناقابل توجہ سمجھتے ہوئے یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ دین سے دور جا رہے ہیں یہ دین کے باغی ہیں انہیں دین سے نفرت ہے اور یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں ایسی باتیں بنا کر ہم بزعم خویش یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم دین کا دفاع کر رہے ہیں حالانکہ اس طرح سے نہ تو دین اور روحانیت سے بیزار ہونے والوں کو اخلاقی اور روحانی اقدار کی طرف واپس لایا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمل و اعتقاد کے تضاد کو ختم کیا جا سکتا ہے اگر کسی کے دل میں خدمت دین کی صحیح تڑپ موجود ہو تو اسے نہایت سنجیدگی اور مثبت اندازِ فکر کے ساتھ تعصب کی عینک اتار کر تمام صورت حال پر غور کرنا ہوگا اور اس کے اسباب کا کھوج لگانا ہوگا کہ کن تدابیر سے اس بے راہ روی کا مداوا کیا جا سکتا ہے۔

ایسے نوجوانوں کے دلوں کو سکون پہنچانے ان کو مطمئن کرنے کا واحد طریقہ تصوف کی راہ پر گامزن ہونا ہے اور تصوّف شریعت اور طریقت دونوں پر مکمل عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ شریعت سے مراد شارعؑ کے بتائے ہوئے طریقے پر ظاہراً عمل پیرا ہونا ہے یعنی اتباع رسول جب تک محض ظاہر تک محدود رہے وہ شریعت ہے اور جب قلب و باطن بھی اس نور سے منور ہو جائے تو یہی طریقت ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی نماز ادا کرنے کے لئے صاف ستھرے کپڑے زیب تن کر کے پاک و صاف پانی کے ساتھ اہتمام سے وضو کرتا ہے اور پھر قبلہ رو ہو کر نماز کی باقاعدہ ادائیگی کا آغاز کرتا ہے جملہ فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات تک کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے تو اس نے شریعت کے سارے تقاضوں کو پورا کیا۔ اس کی نماز فقہ کے تمام اصولوں پر پوری اتری اور ظاہری صورت میں تو اس کی نماز مکمل ہے لیکن یہ امر محل نظر ہے کہ آیا اسے نماز نے دینا کچھ دیا یا جو کچھ نماز دے سکتی ہے عین ممکن ہے کہ نمازی کا چہرہ تو قبلہ کی جانب ہی رہے لیکن اس کا دل ایک محشر خیال ہو

باقی آئندہ شمارہ میں

حضرت شاہ ہمدان اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل

کلیم اختر واثق چیئرمین نیشنل پریس ٹرسٹ لاہور

قوموں کی تشکیل و تعمیر میں کئی اجزائے ترکیبی اور عناصر کار فرما ہوتے ہیں کسی کی اساس وطنیت ہوتی ہے اور کسی کی لسانی نسلی اور نسبی لیکن جہاں تک قوم مسلم یا ملت اسلامیہ کا تعلق ہے ۔ علامہ محمد اقبال ؒ نے کیا خوب بات کہی ہے کہ

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی قومیت کا جزو اعظم ان کا دین مبین ہے جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اکمل و مکمل ہے اور اس میں نہ تو کوئی چیز تنسیخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہے یعنی مسلمانوں کی قومیت کی اساس اور شناخت صرف اور صرف ان کا دین مبین ہے اور مسلم قومیت کی تشکیل و تعمیر میں یہی اہم اور بنیادی عنصر ہے چنانچہ قیام پاکستان کی سب سے بڑی وجہ اور ہندو قوم سے الگ وطن کا مطالبہ اسی بنا پہ ہوا کہ ہندو اور مسلم دونوں الگ الگ مذاہب اور الگ الگ تہذیب تمدن کے ماننے والے تھے اور اسی بُعد نے دونوں قوموں کے مابین سیاسی اور معاشرتی خلیج حائل کر دی تھی جو معاشی اور سیاسی آزادیوں میں حارج بھی ہوتی اور وجہ نزاع بھی بنتی ہے ۔ یوں تو مفکرین اسلام نے مختلف ادوار میں مسلم قومیت کی تشکیل و تعمیر پہ ہر زاویہ نظر سے بحث و مباحث کیا ہے اور مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کی تعمیر کے اصول کو بیان کیا ہے جن پہ پانچ ارکان کی پابندی کے علاوہ علامہ محمد اقبال ؒ نے ایک صحیح مسلمان بننے کے لئے یہ بھی کہا ہے کہ

غفاری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

یہ سب صفات الٰہی ہیں اور ہر انسان میں ان جواہر کا ہونا ضروری ہے اور تبھی عام آدمی سے انسان بنتا ہے ۔

مرزا غالب نے کہا ہے ۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

یعنی کلمہ گو ہونے کے باوجود ایک آدمی کو انسان مسلمان اور مومن بننے میں کئی ارتقائی منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور بقول شاعر

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی ؒ المعروف حضرت شاہ ہمدان نے مسلم قومیت کی تشکیل و تعمیر کے چند بنیادی عناصر بیان کئے ہیں اور اس سادگی خوبصورتی اور عام فہم انداز میں ان اسلامی اصول کو بیان کیا ہے جن پر عمل کرنا آسان ہے اور یہ کوئی مشکل یا ناممکن بات نہیں اور اس سلسلہ میں نہ تو ترک دنیا کی تلقین ہے اور نہ ہی کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت کرنا ہے بلکہ دنیا میں رہ کر مسائل دنیا کو حل کرنا اور اس طریقہ سے حل کرنا ہے جو اسلام نے بتائے ہیں اس ضمن میں جو اصول حضرت شاہ ہمدان ؒ نے بتائے ہیں وہ اسلامی فلاسفی کے عین مطابق ہیں اور ایک مسلمان کو مرد مومن اور قوم مسلم کو عظیم ملت اسلامیہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔

گویا یہ درس عمل انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کا کا احاطہ کرتا ہے اور یہ مسلمانوں کی قومیت کی تشکیل کا اولین مرحلہ ہے جو تادم آخر قائم و دائم رہتا ہے ایک فرد کی اہمیت اور قدر و منزلت کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ بقول علامہ محمد اقبال ؒ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

حضرت شاہ ہمدان ؒ چودھویں صدی کے ایک ممتاز و معروف عالم صاحب شریعت و طریقت مصلح اور رہنما ہوئے ہیں اور

ان کے عہد کے ہر حکمران اور سلطان نے ان کو عزت و احترام سے دیکھا اور آپ نے عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے بڑے بڑے کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے علامہ محمد اقبالؒ نے ایک شعر میں حضرت شیخ ہمدانؒ کے کردار و سیرت کی یوں عکاسی کی ہے۔

مرشد معنیٰ نگاہاں بودہ
محرم اسرار شاہاں بودہ

آپ کے والد ماجد سید شہاب الدین کا شمار ہمدانؒ کے حکام میں ہوتا تھا مگر آپ نے اپنا تعلق شاہی سے نہ جوڑا بلکہ فقیری کو پسند کیا اور اصلاح ملت اسلامیہ کا بیڑا اٹھایا اور اوائل عمر میں ہی تبلیغ دین مبین میں لگ گئے خلاصہ المناقب میں لکھتے ہیں" اس مسجد کی تعمیر ابھی نامکمل تھی اس نے رات کے وقت وہاں جاتا تھا صبح تک اینٹیں چنتا تھا صبح دوبارہ خانقاہ میں آکر شیخ کے ہمراہ عبادت کرتا تھا تین ماہ میں یہ مسجد تیار ہوگئی" شیخ سے مراد شیخ تقی الدین ابو البرکات علی دوستی ہے جن سے حضرت شاہ ہمدان نے 725ھ سے 738ھ تک علوم عرفان کا اکتساب کیا اور علوم ظاہری و علوم باطنی سے بہرہ ور ہوئے یاد رہے کہ حضرت شاہ ہمدانؒ کی درستی تربیت ان کے ماموں سید علاؤ الدولہ سمنانیؒ علیہ نے فرمائی تھی جنہوں نے انہیں کبروی سلسلہ طریقت سے بیعت کرایا حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے ایک ہزار چار سو اولیاء کاملین سے ملاقات کی اور علمی استفادہ کیا۔

بگشت او جہاں را سراسر بار
بدید اولیا چہار صد با ہزار

حضرت شاہ ہمدانؒ نے تین بار دنیا کا سفر کیا تھا اور مختلف قوموں اور معاشروں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا تھا فرماتے ہیں۔

سہ بار از مشرق تا بمغرب سفر کرد
بسی عجائب در بحر و بر دیدہ شد

ان تمام تجربات اور مشاہدات کے بنا پر آپ نے اسلام کی حقانیت کو دیکھا اور اسے بڑی جرات اور حکمت سے عوام تک پہنچایا اور حاکمان وقت کو ہدایات دیں اسی غرض کے لئے آپ نے " ذخیرۃ الملوک" تصنیف فرمائی جس میں حکمرانی کے اصول بیان کئے گئے یہی وجہ ہے کہ علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا۔

سید السادات سالار عجم دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی درس اللہ ہو گرفت ذکر و فکر از دودمان او گرفت

حضرت شاہ ہمدانؒ نے جیسا کہ ابتدا میں بتایا گیا ہے کہ ان اصولوں کو بیان کیا ہے جن پر چل کر ایک مسلمان سچے اور حقیقی معنوں میں مسلمان بنتا ہے اسی سلسلہ میں انہوں نے اولین شرط نفس امارہ کو کچلنے کی بتائی ہے اور لکھا ہے کہ نفس امارہ کو مارنا جہاد اکبر ہے اور اس ضمن میں آپ نے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ ایک جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے فرمایا" ہم چھوٹی جنگ سے لوٹے اور اب بڑی جنگ لڑنا باقی ہے" یعنی نفس سے لڑنا جو گناہ شر اور عصیان اور ظلم و ستم کی طرف مائل کرتا ہے یعنی مسلمان بننے کی پہلی شرط نفس امارہ کو کچلنا اور بدی کے راستے سے دور رہنا ہے اور شیطان کا مقابلہ کرنا ہے۔

حضرت شاہ ہمدانؒ نے دوسری بات جو بیان فرمائی ہے وہ ہے توکل یعنی خدا تعالیٰ پر توکل ہو اس کے سارے کام سنور جاتے ہیں اور وہ غیر آئینی غیر اخلاقی حرکات کا مرتکب نہیں ہوتا اور اخلاقی حدود میں ہی رہتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کی کوششوں کو بارآور کرتا ہے۔

تیسری بات قناعت کی ہے یہ ایک وصف ہے جو انسان کو بے چین بے قرار حاسد اور گمراہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی ہوس زر میں مبتلا کرتا ہے اس عمل سے دل و ذہن کشادہ رہتے ہیں اور انسان دنیاوی عیش و عشرت یا لطف و کرم کے حصول سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کے بعد استغنا ہے جو قناعت ہی کا ایک حصہ ہے اس عمل سے انسان کا مطمع نظر وسیع ہو جاتا ہے اور ہم مذہب سے ہمدردی اور خلوص کا جذبہ ابھرتا ہے بلکہ درد دل پیدا ہوتا ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس عمل سے دل مردہ نہیں ہوتا بلکہ انسان کی شخصیت میں تزکیہ اور مکاشفہ کا جوہر پیدا ہوتا ہے دل زندہ دل

بن جاتا ہے اور یہیں سے پھر انسان یا مسلمان کے اندر مجاہدات اور مشاہدات کا آغاز ہوتا ہے حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "سب سے بڑا دشمن تیرا تیرا ہی نفس ہے جو تیرے پہلو میں رہتا ہے" مسلم قومیت کی تشکیل میں سب سے اہم ایک مسلمان کا ارکان اسلام کا پابند ہونے کے علاوہ ایک ایسا انسان بننا بھی ہے جو قناعت پسند ہو جس کا اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات بابرکات پر توکل ہو تو اکتساب زر کے لئے غیر اخلاقی اور غیر آئینی حرکات و سکنات سے مبرا ہو اور جس میں شان استغنا، ہو جو ذکر و فکر کا جویا ہو اور جو حقوق انسانی کا علمبردار اور محافظ ہو اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے اور ان راہوں پر چلنے کی کوشش نہ کرے جو شیطانیت کی جانب جاتی ہوں قرآن حکیم میں مذکور ہے -
"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو ہر صورت میں دشمن سمجھو"
(پ 22 س فاطر آیت 6)

حضرت شاہ ہمدان رح نے جو اصول بتائے ہیں وہ بڑے سادہ اور آسان ہیں کیونکہ اسلام ایک ایسی زندگی کی نوید دیتا ہے جو امر ہے اور موت کے بعد ہی لوگ زندہ رہیں گے جنہوں نے اس دنیا میں خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپنایا اور اس دنیا میں سرخرو آبرو سے جئے حضرت شاہ ہمدان رح خود عالم باعمل تھے آپ نے دین مبین کی تبلیغ بھی کی اور معاشرہ کو بھی بدلا شاہوں کو رموز سلطنت بھی بتائیے اور رعایا کو پر امن اور باعزت رہنے کا ڈھنگ بھی سکھایا حق کی آواز بھی بلند کی اور باطل قوتوں کا مقابلہ بھی کیا اور مقابلہ کرنے کے گر اور انداز بھی بتائے -

اگر ہم حضرت شاہ ہمدان رح کے عہد کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اتحاد ملت اسلامیہ کے لئے بڑا کام کیا مسلمان حکمرانوں کو جو آپس میں دست و گریبان رہتے تھے ایک مرکز پر لائے اور ان کی صلح کرائی ان میں اسلامی اخوت و مروت کا جذبہ تازہ کیا پھر اصلاح قوم کے لئے ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا یہاں سب سے اہم یہ ہے کہ آپ بہت بڑے صوفی بھی تھے ایسے صوفی نہیں جو خود کو صرف سواد خانقاہی تک محدود کر لیتے ہیں علامہ محمد اقبال رح نے کیا خوب بات کہی ہے -

عطا کر دے انہیں یارب بصارت بھی بصیرت بھی
مسلماں جا کے بیٹھے ہیں سواد خانقاہی میں

حضرت شاہ ہمدان رح کا تصور خانقاہی مختلف تھا ان کے ہاں خانقاہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے دراصل آپ خانقاہ کو ایک انسٹی ٹیوشن کا درجہ دیتے ہیں جہاں انسان علم و عرفان کی منازل طے کرتا ہے اور یہی ادارہ اسلام کی تبلیغ اشاعت کا مرکز ہوتا ہے چنانچہ آپ جہاں جہاں گئے وہاں خانقاہ قائم کی سری نگر کشمیر میں خانقاہ معلیٰ ہے جو ریاست میں دینی و سیاست کا سب سے بڑا مرکز ہے چونکہ ایک مسلمان جب باطنی ریاضتوں یعنی نفس امارہ کو قابو پانے کے بعد آگے بڑھتا ہے تو وہ ایک ایسی جگہ کا متلاشی ہوتا ہے جہاں وہ خالق کائنات سے تعلق پیدا کر سکے اصطلاح صوفیہ میں اس کو استغراق کہتے ہیں -

حضرت شاہ ہمدان رح نے خانقاہ کو حیثیت ایک دینی اور علمی محور کے علاوہ تبلیغی مرکز قرار دیا جہاں مسلمان انفرادی اور اجتماعی دونوں عبادتوں سے معروف ہوں ان کے نزدیک ایک مسلمان کی زندگی دوسرے مسلمان کے لئے شاندار نمونہ ہو اور دونوں کو ایک دوسرے کی شخصیت میں اپنی اپنی بھی اور صاف ستھری سیرت و کردار نظر آئے ظاہر ہے کہ علامہ محمد اقبال رح نے مسلمان بننے کے لئے جن صفات الٰہی کا ہونا لازمی قرار دیا ہے حضرت شاہ ہمدان رح نے انسان کو ان تک پہنچنے کیلئے نفس امارہ کچلنا خداوند کریم کی ذات بابرکات پر توکل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا جن میں سب سے اول یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے اور سچ کا راستہ اختیار کرے قناعت کرے اور استغناء کو اپنی ذات میں پیدا کرے اس عمل سے مسلمان کی نمازوں میں اثر پیدا ہوگا ہم بظاہر نماز پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں زکوٰۃ بھی دیتے ہیں حج بیت اللہ بھی کرتے ہیں توحید و رسالت پر ایمان بھی رکھتے ہیں مگر ہمارے اعمال و کردار مثالی نہیں ہوتے ان سب پر عمل کرنے کے باوجود ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں کم بھی تولتے ہیں اور عدل و انصاف کے ترازو کو بھی صحیح انداز میں نہیں رکھتے یعنی ہمارا کردار مثالی مسلمانوں کا سا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اغیار مسلمانوں پر حرف گیری کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ ایک مسلمان بنے اور قوم مسلم بننے کے لئے ہم ان شرائط اور اصولوں کو اپنائیں جن کو حضرت شاہ ہمدان رح نے بیان کیا ہے -

احوال و اقوال جناب پیر طریقت سید عون علی الموسوی رحمتہ اللہ علیہ

سید محمد ذاکر الموسوی میر واعظ مرغنی گنڈ - خپلو

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اس بزم جہاں میں شمع توحید و رسالت کو قریہ قریہ، نگر نگر روشن کرنے کے لئے صوفیہ کرام نے جو اہم کردار ادا کیا ہے شاید ہی کسی اور کا اتنا حصہ ہو خاص کر برصغیر پاک و ہند میں نور اسلام کو پھیلانے میں صوفیاء کرام اور بزرگان دین کا بہت بڑا حصہ ہے۔ وادی بلتستان جسے کبھی تبت خورد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ سلسلۂ قراقرم کے دامن میں واقع ہے۔ اس دور افتادہ علاقے میں نور توحید کی ضیاء پاشیوں سے پہلے ہر طرف کفر اور شرک کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ظلمت و تاریکی کی حکومت تھی ایسے میں سلسلۂ الذہب صوفیہ نوربخشیہ کے حضرات اولیاء کرام میں سب سے پہلے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان توحید و رسالت کی شمع ہاتھوں میں لے کر سرزمین ترکستان (ایران) سے کشمیر کے راستے بلتستان کی جنت نظیر سرزمین پہ جلوہ افروز ہوئے اور شبانہ روز محنت سے اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ یہ آپ کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ لوگ جن کے دل کفر و شرک کی آلودگیوں سے سیاہ ہو چکے تھے ۔ نور توحید اور محبت رسول اور محبت اہلبیت سے جگمگانے لگے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چشمۂ صافی سے سیراب ہو کر یہاں کے باشندے علاقے کے رئیس سردار سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یوں یہاں ہر طرف توحید و رسالت کے ترانے گونجنے لگے۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے اہل وادی کو مئے توحید کا جام پلانے کے لئے یہاں مختلف خانقاہیں اور مسجدیں تعمیر کروائیں جہاں سے آج تک تشنگان معرفت الٰہی و محبت رسول میں مئے توحید تقسیم ہو رہی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے آپ کے خلفاء یہاں تشریف لاتے رہے۔ آپ ہی کے سلسلۂ روحانیہ کے ایک عظیم فرزند حضرت پیر طریقت، رہبر شریعت سید عون علی الموسوی نور اللہ مرقدہٗ ہیں جو اس سلسلۂ الذہب کے ۳۹ ویں خلیفہ تھے آپ نے اپنے پیر طریقت حضرت شاہ محمد شاہ زین الاخیار کی جانشینی کا حق یوں ادا کیا کہ آخر عمر تک لوگوں میں سے ہر خاص و عام کو ان کے حسب حال اُس چشمۂ فیض سے سیراب کراتے رہے آپ نے اپنے مرشد کے وصال کے بعد لوگوں کی اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ ایک روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مذہبی رہنما تھے۔

ابتدائی حالات اور تعلیم

خادم ملت سید عون علی الموسوی مرحوم ۱۹۲۸ء میں بلتستان کے علاقہ خپلو ضلع گانچھے میں پیدا ہوئے آپ معروف و مشہور عالم دین سید مختار حسین کے دوسرے صاحبزادے تھے مروجہ تعلیم خپلو سے حاصل کی اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی تعلیم بھی اپنے والد بزرگوار سید مختار حسین سے حاصل کی سید مختار حسین بہت بڑے عالم دین گزرے ہیں۔ عربی فارسی میں بہت مہارت رکھتے تھے آپ عالم باعمل تھے اپنے والد بزرگوار سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پیر صاحب مرحوم نے پیر سید محمد شاہ زین الاخیار سے کسب فیض کیا اور اُنہی کے داماد بھی چنے گئے

شخصی وجاہت اور کردار: آپ کا چہرہ جلال و جمال کا مرقع تھا آپ کی خوبصورت آنکھیں لال چہرہ باریک اور لمبی داڑھی اور قد رعنا ہر دیکھنے والے کو مسحور کر دیتا اور اس پر ایک خاص اثر چھوڑتا۔ آپ اعلیٰ سیرت و کردار کے مالک تھے بچپن ہی سے آپ کی فطرت عام بچوں سے الگ تھی اور شرافت و بزرگی کو اپنا لیا تھا۔ ہر قسم کے "لہو لعب" سے بچے ہوئے تھے اور

انتہائی بے داغ کردار کے مالک تھے۔ نہایت نرم خو، ملنسار اور متحمل تھے آپ فطرتاً کم گو تھے زیادہ باتوں سے اجتناب فرماتے تھے مگر وعظ و نصیحت کے دوران فصاحت و بلاغت کا رنگ جھلکتا تھا۔ ذاکری میں اپنی مثال آپ تھے۔ محرم کے دنوں میں کئی مجالس پڑھاتے اور سامعین یہ اندازہ کرتے تھے کہ ذاکر موصوف خود کربلا کے سانحے میں موجود تھے۔

آپ کی ذات حضور علیہ السلام کی سیرت مطہرہ کی مجسم تصویر تھی آپ کی زندگی انتہائی سادہ اور متانت و سنجیدگی کا ایک حسین مرقع تھی۔ بولتے تو دھیمی آواز میں، چلتے تو ٹھہر ٹھہر کر، آپ کی زبان سے کسی کے لئے بددعا کے الفاظ نہیں نکلے، ناراضگی آپ کی زندگی میں کم دیکھنے میں آئی۔ جہاں ناراضگی کا اظہار ناگزیر ہوتا وہاں بھی زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ صرف چہرے پر اس کے آثار نمودار ہوتے تھے۔ آپ چھوٹے بڑے عالم و جاہل ہر ایک کا احترام کرتے آپ کا دولت کدہ علمی و ادبی مذہبی و روحانی اور سماجی سرگرمیوں کا محور تھا۔

حضرت عونؔ کی ملی خدمات

جہاں آپ نے اصلاح احوال کے ذریعے روحانیت کو فروغ دیا وہاں آپ نے اتحاد امت کے لئے بھی اہم کردار ادا کیا۔ مسلکی نزاعات کو ہوا دینے کی بجائے ہمیشہ الفت و محبت کا درس دیا۔ مارشل لاء کے دور میں مذہبی فسادات نے بلتستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پورے بلتستان میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تو آپ نے اہل وادی کو اس عذاب سے نجات دلانے میں نمایاں کردار ادا کیا اور اسی طرح جب خانقاہوں اور مسجدوں کو تالے لگائے جانے لگے، عبادت گاہیں خانہ جنگی کا منظر پیش کرنے لگیں اور بے گناہ لوگوں کو بلتستان میں ہر جگہ زدوکوب کیا جانے لگا اور یوں مسلمانوں کو لڑانے کی سازشیں رنگ لا رہی تھیں تو ان نامساعد حالات میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا اور اپنے ہزاروں پیروکاروں اور عقیدت مندوں کو صبر و تحمل کا درس دیا۔ بحمداللہ کہ یہ فسادات آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں اور حکمت عملی سے اپنے انجام کو پہنچ گئے

یہی وجہ ہے کہ ہر مسلک کے لوگ دل و جان سے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کا احترام کرتے تھے اس مناسبت سے آپ کی ایک کرامت کا ذکر کرنا مناسب ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر کرچکا ہوں کہ مارشل لاء دور میں جب بلتستان میں مذہبی فسادات کی وجہ سے حالات مخدوش ہوگئے تھے گورنمنٹ انتظامیہ کی طرف سے ایک کرنل محمد شاہ نامی نے مختلف مکتبہ فکر کے علماء اور رؤسا کو ریسٹ ہاؤس خپلو میں بلوایا اور دھمکی کے انداز میں کہا حالات جلدی قابو میں آئے تو ٹھیک ورنہ ہمیں فوج سے مدد لینی پڑے گی۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ اس پر آپ مسکرا دیئے اور دھیمی آواز میں فرمایا۔ تم اپنے تنخواہ دار فوجیوں کی بات کرتے ہو۔ میں اپنی فوج ذرا تم کو دکھادوں۔ اتنا کہنا تھا کہ کرنل محمد شاہ تھر تھر کانپنے لگے اور آپ کے پیروں میں گر کر معافی مانگی۔

اس دوران حالات کا جائزہ لینے کے لئے گورنر صاحب خپلو پہنچ گئے۔ دونوں مکاتب فکر کے نمائندوں کو بلایا اور پیر صاحب عون علی سے عرض کیا کہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ماتم آپ دونوں کرتے ہیں مگر یہ جھگڑا کیوں؟ ذرا اپنے مسلک کے اعتقاد کھول کر دیکھیے تو پیر صاحب نے فرمایا کہ شیعہ حضرات امام بارگاہ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جبکہ مسجد کا داخلہ ایسا نہیں ماتم کدہ شیعہ مسلمانوں کی مخصوص اور ممتاز عبادت گاہ ہے اس میں وہ ماتمی مجلس قائم کرتے ہیں۔ نوربخشی مسلمانوں کے نزدیک ماتم کدہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ماتمی جلوس نکالنا شیعہ مسلمانوں کی ایک مخصوص مذہبی رسم ہے۔ نوربخشی مسلمانوں کا عقیدہ اس کے خلاف ہے نوربخشی مسلمان فرمان رسول "اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی" کے مطابق قرآن مجید اور اہلبیت رسول کا یکساں احترام کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن پاک کے جو آداب اور احکام ہیں وہی آداب و احکام نوربخشی مسلمانوں کے نزدیک ذکر اہلبیت رسولؐ کے بھی ہیں۔ قرآن کی تلاوت پاک ہوکر پاک مقامات یعنی مساجد اور خانقاہوں میں عبادت سمجھ کر قائم کرتے ہیں۔ نوربخشی مسلمان اس کو مذہبی رسم کا درجہ نہیں دیتے بلکہ عبادت کا درجہ دیتے ہیں نوربخشی

مسلمانوں کے نزدیک سڑکوں اور گلی کوچوں میں ماتمی جلوس کا لے جانا خود اہل بیت رسولؐ کے فرامین اور وصایا کے سراسر خلاف ہیں۔ نور بخشی مسلمان مصائب اہلبیت بیان کر کے دلوں کی غمگینی کا اظہار دیدہ تر سے کر کے باوقار انداز میں مجلس عزا بپا کرنے کے قائل ہیں۔ نیز نور بخشی مسلمان ان چودہ روحانی نوروں کے مطابق اپنی عملی زندگی پُرامن ماحول میں گزارتے ہیں

۱- ہم خدا کے بندے ہیں (۲) آدم کی اولاد ہیں (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں (۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہیں (۵) دین ہمارا اسلام ہے (۶) کتاب ہماری قرآن پاک ہے (۷) قبلہ ہمارا کعبہ ہے (۸) سُنّت رسولؐ کی متابعت ہمارا شیوہ ہے (۹) ہم حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی محبت گذار ہیں (۱۰) ہم کسی قسم کے انقطاع کے بغیر رسول اکرمؐ تک پہنچنے والے اولیاء کرام و ائمہؑ عظام علیہم السلام کے روحانی سلسلے سے منسلک ہیں (۱۱) مذہب ہمارا صوفیہ ہے (۱۲) روش ہماری نوربخشیہ ہے (۱۳) مشرب ہمارا ہمدانیہ ہے (۱۴) مُرشدِ کامل کا حلقۂ ارادت اپنانے والے ہیں۔ نور بخشی مسلمانوں کی ممتاز عبادت گاہ یا مسجد کا نام اصطلاحاً خانقاہ ہے۔ بڑی بڑی خانقاہوں کی شمالی اور جنوبی اطراف میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوتے ہیں ان حجروں میں ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے نفس امارہ کے خلاف جہادِ اکبر بجا لانے والے غازیان معنوی چلّہ کشی کیا کرتے ہیں۔ چلّہ کشی کے ذریعے آدمی ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے۔ اعتکاف کا اصل مقصد اسی سے حاصل ہوجاتا ہے۔ بزرگانِ دین نے خانقاہوں کے ان حجروں میں نفس کشی کے ذریعے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ ہمارا اصول دین اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ اور اہل تشیع کا اول توحید سے شروع ہوتا ہے۔ فروع میں ہم نور بخشی کلمہ شہادتین، نماز خمسہ صوم رمضان۔ زکوٰۃ مال اور حج جبکہ شیعہ حضرات کے فروع دین دس (۱۰) ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، خمس، امر معروف، نہی عن المنکر، تولا اور تبرا۔ پیر صاحب کے ارشادات انجمن نور بخشیہ خپلو کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔

سانحۂ ارتحال

حیات مستعار کے آخری دنوں میں دوران خون کی خرابی کی وجہ سے علیل ہوگئے تو بغرض علاج آپ کی رہائش گاہ خپلو سے سکردو پھر اسلام آباد کمپلیکس ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں آپ کا علاج جاری رہا مگر تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ شاید اس لئے کہ آپ اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کے لئے بے تاب تھے اور بالآخر جمعۃ المبارک ۸، نومبر ۱۹۹۱ء ۶۳ سال چھ مہینہ کی عمر میں حضرت عون اپنے ہزاروں عقیدتمندوں کو الوداع کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ پیرِ طریقت سید عون علی الموسوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نور بخشیہ کے عظیم روحانی پیشوا اور مذہبی رہنما تھے۔ آپ کی وفات اہل اسلام کے لئے عموماً اور اہل نوربخشیہ کے لئے خصوصاً بہت بڑا سانحہ ہے۔ آپ کی وفات سے اہل تصوّف کے درمیان جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا ازالہ مشکل نہیں۔ آپ نے شاہِ ہمدان کے مشن کو عام کرنے اور فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے اور اتحاد امت کو فروغ دینے، اہل اسلام کے دلوں میں محبت الٰہی، عشق رسول اور حب اہلبیت سے زندہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے ہزاروں، لاکھوں، عقیدت مندوں اور پیروکاروں کو بھی چاہیئے کہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا تن من دھن، سب کچھ قربان کریں اور حسینی کردار ادا کرتے ہوئے یزیدی قوتوں کو پاش پاش کر دیں۔

اگرچہ آج سید عون علی الموسوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں مگر آپ کی یادیں اور آپ کی باتیں خوشبوئیں کر اس عالم میں مہکتی رہیں گی۔

(نوٹ: سن پیدائش اور ابتدائی تعلیم کا ذکر غلام حسین لقدوم کے مضمون سے لیا گیا ہے۔)

اسمائے الٰہی سے علاج

تحریر: ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد اسلام آباد

کرۂ ارض پر تخلیقِ آدمؑ کے ساتھ ہی دو مخالف قوتوں نے بھی جنم لیا۔ قوتِ حیات اور سورا۔ یہ دونوں انسانی جسم میں موجود ہیں انہیں صوفیانہ اصطلاح میں روح اور نفس بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ کے جنت سے نکالے جانے کا سبب بھی سورا ہی تھا۔ سورا جسم انسانی کے اندر برائی اور بیماری کی ترغیب دیتا ہے۔ جبکہ قوت حیات انسانوں کو نیکی اور شفا کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔ یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی چاہے پرورش کرے۔ قدرتی آفات، جنگ و جدل اور صراط المستقیم سے بھٹکنے کی وجہ سے انسانی جسم کے اندر قوت حیات کمزور پڑ جاتی ہے اور انسان مختلف امراض اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اہلِ تصوّف نے مشکلات مصیبتوں اور بیماریوں سے نجات کے لئے ہمیشہ ورد و وظائف کا سہارا لیا۔ ورد و وظائف کے ذریعے ہی قوت حیات کو مستحکم کیا جا سکتا ہے اس دور میں بھی اہلِ تصوّف اپنی مشکلات کے حل اور امراض سے شفاء کے لئے ورد و وظائف کا سہارا لیتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ کسی ولی اللہ یا کسی روحانی شخصیت نے کسی معالج کے پاس جا کر علاج نہیں کروایا۔ اور نہ کسی ریاستی حاکم کے ہاں اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈا۔ انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔ اگر انسانی من کے اندر روحانی استحکام ہو تو ظاہری خد و خال میں کسی قسم کا رد و بدل شخصیت کی تکمیل میں رکاوٹ ثابت نہیں ہو سکتا۔ ورد و وظائف جسم انسانی کے اندر نفس کو مار کر استحکام دیتے ہیں اور انسان بیماری سے بچا رہتا ہے۔ اس مضمون میں اہلِ تصوّف اور قارئین نوائے صوفیہ کی خدمت میں مختلف امراض کا روحانی علاج پیش کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ اسمائے حسنیٰ کے ساتھ جن امراض کا علاج ممکن ہے۔ ان کی فہرست درج کی گئی ہے۔

طریقۂ کار

نمازِ عشاء کی سنت اور نوافل سے فارغ ہو کر ایک ہزار بار متعلقہ اسمِ الٰہی کا ورد کریں۔ ایک ہفتے کے اندر شفا کامل کی گارنٹی ہے۔ خلوص اور خشوع و خضوع بنیادی شرائط ہیں ابتدا اور آخر میں درود شریف سات بار پڑھیں اس طریقہ علاج سے تمام مسلمان اور غیر مسلم بھی استفادہ کر سکتے ہیں غیر مسلموں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی تصوّف کے عالم سے اجازت لیں۔

۱. کیل مہاسے پھوڑے پھنسیاں —— اَللّٰہُ
۲. ورم غدود حلق ٹانسلز —— اَلرَّحْمٰنُ
۳. بچہ جننے کے بعد کا درد —— اَلرَّحِیْمُ
۴. حیض بند ہونا —— الملک
۵. کمی خون —— القدوس
۶. جسم کے کسی حصّے میں پانی بھر جانا —— السّلامُ
۷. معدہ میں تیزابیت —— المومنُ
۸. بھوک مارا جانا —— المھیمنُ
۹. پیٹ کے کیڑے —— العزیزُ
۱۰. اپنڈکس —— الجبّارُ
۱۱. ٹی بی —— المتکبّر
۱۲. شدید ہچکی —— الخالق
۱۳. نامردی —— الباری المصور
۱۴. جنسی ہارمونز کی کمی —— الغفّارُ

۱۵. مردانہ قوت کا کمزوری	القہارُ	۴۶. دائمی نزلہ چھینکوں کے ساتھ	الحکیمُ
۱۶. دمہ (سانس کی تکالیف)	الوھابُ	۴۷. شیاٹیکا	الودود
۱۷. پرانا پیچیدہ دمہ	الرزاقُ	۴۸. بچوں کے دانت نکلنے کے دوران	المجیدُ
۱۸. خون کی خرابی	الفتاحُ	۴۹. رحم کا گر جانا	الباعثُ
۱۹. ہاجپر (پھوڑے)	العلیمُ	۵۰. قبض کا شدید درد	الشہیدُ
۲۰. شدید کھانسی	القابضُ	۵۱. شوگر	الحقُ
۲۱. وبائی کھانسی	الباسطُ	۵۲. پیچش	الوکیلُ
۲۲. دردِ کمر	الخافضُ	۵۳. اباروشن (اسقاط حمل)	القویُ
۲۳. امراض بول شانہ	الرافعُ	۵۴. دردِ زہ میں آسانی	المتینُ
۲۴. شدید نمونیہ	المُعِزُ	۵۵. اٹھراہ (بچوں کا مردہ پیدا ہونا)	الولی
۲۵. مذمن قے	المُذِلُ	۵۶. تسلسل بول (قطرہ قطرہ آنا)	الحمیدُ
۲۶. نزلہ زکام	السمیعُ	۵۷. گیسٹرک (ریح کی زیادتی)	المحصیُ
۲۷. بخار	البصیرُ	۵۸. دائیں گردہ کی پتھری	المبدیُ
۲۸. پرانا نزلہ	الحکمُ	۵۹. پرانا سوزاک	المعیدُ
۲۹. دردِ قولنج	العدلُ	۶۰. نقرس گنٹھیا (GOUT)	المحی
۳۰. بچوں میں دردِ قولنج	اللطیفُ	۶۱. دل کے جملہ امراض	الممیتُ
۳۱. بچے کا مسلسل روتے رہنا	الخبیرُ	۶۲. بواسیر	الحیُ
۳۲. ہیضہ	الحلیمُ	۶۳. نیند میں خوف	القیومُ
۳۳. قبض	العظیمُ	۶۴. یرقان	الواجدُ
۳۴. اختلاج جگر	الغفورُ	۶۵. مستورات کی چھاتی میں درد	الماجدُ
۳۵. حاملہ کا قبض	الشکورُ	۶۶. بانجھ پن	الواحدُ
۳۶. قبض اطفال	العلیُ	۶۷. رحم میں خارش (درد)	الصمدُ
۳۷. مستورات کی بے حیائی	الکبیرُ	۶۸. لیکوریا	القادرُ
۳۸. کانچ نکلنا	الحفیظُ	۶۹. ریڑھ کی ہڈی میں درد	المقتدرُ
۳۹. آنتوں کی سوزش	المقیتُ	۷۰. بخار ملیریا	المقدمُ
۴۰. بدہضمی	الحسیبُ	۷۱. بچوں کو ملیریا	المؤخرُ
۴۱. پیٹ کا درد	الجلیلُ	۷۲. ٹائیفائڈ بخار	الاولُ
۴۲. السر	الکریمُ	۷۳. بادی/ بلڈ پریشر	الآخرُ
۴۳. موسم سرما کی کھانسی	الرقیبُ	۷۴. موتیا، پھولا، آشوب چشم	الظاہر
۴۴. کالی کھانسی	المجیبُ	۷۵. بہرہ پن	الباطنُ
۴۵. نکسیر پھوٹنا	الواسعُ	۷۶. دردِ کان	الولیُ

باقی صـ۵ پر

صفحۂ سائلین

(۹)

اس عنوان کے تحت قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔
اس شمارے میں دو سوالوں کے جوابات شائع کئے جا رہے ہیں۔

س نمبر I : نماز جمعہ ترک کرنے والے کے لئے مذہبی کتابوں میں شدید وعید آئی ہے اور ہم دنیا کے بلند ترین محاذ جنگ سیاچن گلیشیئر پر اس عظیم مذہبی فریضے کی ادائیگی سے محروم ہیں کیا ہم تارکِ جمعہ کے بارے میں وارد شدہ شدید وعید کی زد میں آئیں گے۔

سوال کنندہ: سپاہی علی حسن گنگر تروپی
مقیم سیاچن

ـــــــــــــــــــــ

س نمبر II کسی جگہ امام لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا رہا ہوتا ہے میں ایک ایسا شخص وہاں آجاتا ہے جس نے ابھی اپنی مغرب کی نماز نہیں پڑھی ہے تو کیا وہ شخص مغرب کی نماز کی ادائیگی کے لئے اس امام کا مقتدی بن سکتا ہے جو عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے؟

سوال کنندہ: سپاہی اخوند موسیٰ
NLI سنٹر لوجی ٹریننگ ونگ

ـــــــــــــــــــــ

ج نمبر I بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

محترم علی حسن صاحب! اس میں شک نہیں کہ جمعہ اسلام کے عظیم ترین شعائر میں سے ایک ہے چنانچہ مجموعہ شریعت محمدیہؐ میں مذکور ہے۔

اَمَّا الْجُمُعَۃُ فَکَانَتْ مِنْ اَعَاظِمِ شَعَائِرِ الْاِسْلَامِ ۔ یعنی جمعہ اسلام کی بڑی سی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جہاں جہاں عام طور پر نماز باجماعت منعقد کی جاسکتی ہو۔ وہاں وہاں نماز جمعہ بھی منعقد کی جاسکتی ہے۔ عام نماز جماعت اور جمعہ کی نماز میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ نماز جمعہ صرف باجماعت ادا کی جاسکتی ہے۔ انفرادی طور پر نماز جمعہ کی ادائیگی بالکل جائز نہیں ہوتی۔ پھر نماز جمعہ کے لئے شرائط امامت کا حامل ایک ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جو خطبہ جمعہ بمعہ ارکان کی بجا آوری صحیح معنوں میں کر سکتا ہو کیونکہ جمعہ دو خطبوں اور دو رکعتوں کے مجموعے کا نام ہے اور یہی مجموعہ نماز ظہر کی جگہ لیتا ہے پس جو شخص نماز جمعہ پر حاضر نہ ہو سکا تو وہ اپنی ظہر کی نماز کی ادائیگی کا ذمہ دار ہو گا۔ اگر آپ کو سیاچین گلیشیئر پر نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے اس کی جملہ شرطیں اور سہولتیں میسر ہوں تو نماز جمعہ کا قائم کرنا واجب ہو جاتا ہے اگر اس کی شرطیں وغیرہ مفقود ہوں تو آپ کے لئے نماز ظہر کی ادائیگی کافی ہے۔ تارکِ جمعہ کے حق میں وارد شدہ شدید زجر و توبیخ کی زد میں آپ نہیں آئیں گے لہٰذا آپ کو اس بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مزید تفصیل کے لئے فقہ احوط کا مطالعہ کیجئے۔

ـــــــــــــــــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

محترم اخوند موسیٰ صاحب! آپ نے ایک اہم سوال پوچھا ہے۔ لوگوں کو عموماً یہی صورت حال پیش آتی رہتی

ہے ۔ آپ کے سوال کا جواب قدرے تفصیل طلب ہے ۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کون کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے آدمی کو دو وقت کی واجب نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کرنے کا جواز حاصل ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ شرعی نقطۂ نگاہ سے بلا کسی عذر شرعی دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرنا درست نہیں ہے جن اسباب وعوامل کی بنا پر دو واجب نمازوں کو کسی ایک وقت میں آدمی بجا لا سکتا ہے وہ یہ ہیں ۔

۱۔ حالتِ سفر
۲۔ بیماری
۳۔ موسلا دھار بارش
۴۔ گذرگاہ کی دشوار گذاری
۵۔ مریض کی دیکھ بھال
۶۔ جانور چرانے کا پیشہ (چرواہا)
۷۔ کسی سخت ڈیوٹی کی پابندی
۸۔ قید وبند کی حالت
۹۔ خوف وخطرات سے دوچار ہونا ۔
۱۰۔ اضطراری حالت کے شکار کسی حاجتمند کو فوری امداد کی فراہمی ۔

ان مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک سبب کے درپیش ہونے کی صورت میں آدمی دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں ادا کر سکتا ہے ۔ ایسے مجبور محض فرد کے لئے وقتِ مشترک کی سہولت حاصل رہتی ہے چنانچہ ایسے شخص کے لئے ظہر کے وقت میں عصر کی نماز کا پڑھنا بھی روا ہوتا ہے اسے جمع تقدیم کہتے ہیں اسی طرح سے وہ ظہر کی نماز کو موخر کر کے عصر کے وقت میں دونوں کی ادائیگی کر سکتا ہے ایسے جمع تاخیر کہتے ہیں ۔ یہی صورت مغرب اور عشاء کی نمازوں کی بھی ہے ۔ واضح رہے کہ ان مذکورہ حالات میں نماز جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید بھی ختم ہو جاتی ہے ۔

محترم اخوند صاحب ! اب ہم اصل مطلب کی طرف آتے ہیں ۔ چنانچہ عشاء کے وقت آنے والا ان مذکورہ احوال میں سے کسی ایک حالت سے دوچار ہونے والا ہو تو وہ اپنی مغرب کی نماز کو عشاء کی نماز پڑھانے والے امام کا مقتدی بن کر ادا کر سکتا ہے اگر وہ عشاء کی پہلی رکعت ہی میں شامل ہو گا تو اپنی تین رکعتوں کو پورا کرنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دے گا اور عشاء کی آخری رکعت میں پھر شامل ہو کر عشاء کی نماز کی تکمیل بھی کر سکے گا ۔ اس صورت میں وہ صرف ایک رکعت میں مقتدی بن جائے گا ۔ باقی تینوں رکعتوں کو منفرد ہونے کی صورت میں ادا کرے گا ۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے علاقوں میں لوگ بلا کسی عذر کے صرف سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز مغرب کے وقت مسجد میں حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ یونہی غیر مفید گپ شپ میں لگے رہتے ہیں پھر جب عشاء کی اذان ہوتی ہے تو مسجد کا رخ کرتے ہیں ۔ مسجد میں پہنچ کر عشاء کی نماز پڑھانے والے امام کے مقتدی بن جاتے ہیں اور اپنی مغرب کی نماز مقتدی کی صورت میں پڑھ لیتے ہیں ۔ حالانکہ ایسے لوگوں کے لئے وقت مشترک کی سہولت شرعاً حاصل نہیں ہے ۔ لہٰذا کاہلی اور صرف کاہلی کی بناء پر دیر سے مسجد میں آنے والوں کو چاہیئے کہ وہ پہلے اپنی مغرب کی نماز انفرادی طور پر ادا کریں ۔ اس کے بعد عشاء کی جس رکعت میں شامل ہو سکے ۔ شامل ہو کر عشاء کی نماز پڑھیں ۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھئے کہ اختیاری صورت میں دونوں نمازوں کا وقت اور فرضیت دونوں لحاظ سے متحد ہونا چاہیئے ۔ یہ غیر معذور افراد کے لئے ہے ۔ جن کے لئے شرعاً جمع بین الصلوٰتین درست نہیں ہے ۔ ہاں غیر اختیاری صورت میں ایک وقت کی نماز کو دوسرے وقت کی نماز کی اجتماعی ادائیگی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے ۔ مزید تفصیلات کیلئے فقہ احوط کے باب الصلوٰۃ کا مطالعہ کیجئے ۔

ابوالعرفان محمد بشیر فاضل عربی خطیب وامام جامع مسجد
صوفیہ نوربخشیہ ۴/۷ - G اسلام آباد



تعارف و تبصرۂ کتب

غازی محمد نعیم



۱۔ ارضِ بلتستان (۲) گردِ ملال

یہ کتاب ادبی اور علمی نوعیت کی ہے۔ کتاب کے مؤلف ممتاز عالم دین جناب الحاج محمد ابراہیم زائر صاحب ہیں۔ جبکہ تبصرہ نگار ہفت روزہ انصاف کے ایڈیٹر جناب میر عبدالعزیز صاحب ہیں۔

نام کتاب ۔ ارضِ بلتستان

مرتب و ناشر الحاج محمد ابراہیم زائر

ملنے کا پتہ زائر جنرل سٹور براہ کھپلو بلتستان

۲۔ صفہ لائبریری جامع مسجد نوربخشیہ ۱/۶۔G اسلام آباد۔

۳۔ الفلاح سٹیشنری نیا بازار سکردو

۴۔ بک ورلڈ بلیو ایریا اسلام آباد

صفحات ۳۶۸

قیمت ۷۵ روپے

بلتستان کے بارے میں ماضی قریب میں چند کتابیں شائع ہوئی تھیں جن میں یوسف حسین آبادی کی "بلتستان پر ایک نظر" اور غلام حسن حسنو سہروردی کی "تاریخ بلتستان" بھی شامل تھیں۔ اب الحاج محمد ابراہیم زائر کی کتاب "ارض بلتستان" مارکیٹ میں آئی ہے جس میں بلتستان کی نہ صرف تاریخ اور جنگ آزادی بلکہ ہر نوع کے حالات اور واقعات کا بالتفصیل ذکر ہے۔ بلتستان ایک دور افتادہ علاقہ ہے آزادی حاصل کرنے کے بعد یہ علاقہ رسل و رسائل کے ذرائع کی کمی بجائے فقدان کی وجہ سے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور لوگوں پر شیخ سعدیؒ کے اس شعر کا اطلاق ہوتا رہا کہ

چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

(ایک سال دمشق میں اس قدر قحط پڑا کہ یار لوگ عشق بھی بھول گئے) یہی حال بلتستان کا تھا لیکن اب قراقرم ہائی وے کی تعمیر اور رسل و رسائل کے ذرائع کی توسیع سے وہاں کے لوگوں کو تصنیف و تالیف کی طرف توجہ مبذول کرنے کا موقع بھی ملا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بلتستان کا مکمل تعارف بھی کراتی ہے تاریخ کو عام طور پر بادشاہوں کے عروج و زوال اور ان کے صلح ناموں کا مرقع سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ پرانی تاریخیں خواہ وہ کسی بھی ملک کی ہوں ان باتوں سے مملو ہوتی تھیں کہ فلاں شخص بادشاہ بنا اس نے فلاں فلاں جنگ کی فتح حاصل کر لی یا شکست ہوئی اور اس کے بعد فلاں بادشاہ بن گیا۔ اس قسم کی تاریخوں میں عوام کو یکسر نظر انداز کیا جاتا رہا۔ لیکن ارض بلتستان کے نام سے محمد ابراہیم زائر نے جو کتاب شائع کی ہے اس کو بلتستان کا چھوٹا سا انسائیکلو پیڈیا کہا جا سکتا ہے۔ اس میں بلتستان کی تاریخ وہاں کے رسوم و قیود، روایات، لوک کہانیوں، افسانوں، شادی بیاہ اور مرنے جینے کے رسم و رواج شاعری اور اردو، فارسی اور بلتی کا کما حقہ ذکر اور تعارف کیا گیا ہے بلتستان کے اہل قلم اور شاعروں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر کتاب میں شامل کیا گیا ہے بلتستان کے مختلف علاقوں میں دین اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کے دور سے اب تک جن لوگوں نے

کلام کیا ہے ان کی بھی تفصیل درج ہے۔ کچھ بلتی زبان کا کلام بھی درج ہے۔ افسوس ہے کہ مؤلف نے بلتی زبان کے ان شہ پاروں کا اردو ترجمہ نہیں دیا جس کی وجہ سے وہ قاری جو بلتی زبان سے ناواقف ہیں وہ ان بلتی زبان کے شہ پاروں سے فیض یاب نہیں ہو سکتے بقول شاعر بادئی تقرف ؎

زبانِ یار من بلتی و من بلتی نمی دانم
چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہان من

کتاب بعض تصویروں سے بھی مزین ہے دو تصویریں محترمہ بینظیر بھٹو کی ہیں ایک میں محترمہ سیاچن میں بحیثیت وزیر اعظم خطاب کر رہی ہیں دوسری میں سکردو میں عوامی اجتماع میں تقریر کر رہی ہیں۔

بلتستان کی تاریخ، مذہب، علم و ادب اور رسم و رواج کے بارے میں جاننے کے خواہشمندوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

○

گردِ ملال (شعری مجموعہ)

شاعر علی احمد قمر

ناشر ماڈرن بک ڈپو اسلام آباد

صفحات ۱۵۲

قیمت ۹۹ روپے

گردِ ملال ممتاز بلتی شاعر جناب علی احمد قمر کا دوسرا مجموعہ کلام ہے اس سے پہلے ان کا شعری مجموعہ "زخمِ گل" کے نام سے چھپ چکا ہے اور ارباب علم و ادب سے داد پا چکا ہے۔ قمر صاحب کا تعلق وادیٔ بلتستان کے علاقہ سلتورو گوما سے ہے جو مشہور زمانہ سیاچین گلیشیئر کے عین دامن میں واقع ہے۔ بچپن سیاچین کے برفزار میں گذارنے کے بعد قمر صاحب کا خاندان نقل مکانی کر کے ملکہ کوہسار مری میں مقیم ہوا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد قمر صاحب ملازمت کے سلسلے میں ملک کے مختلف شہروں میں مقیم رہے آج کل وہ پاکستان ٹیلیویژن اسلام آباد میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں اور وفاقی دارالحکومت میں رہائش پذیر ہیں۔

قمر صاحب کے پہلے شعری مجموعے زخمِ گل نے ادبی حلقوں اور شعر شناس اصحاب کو خاصا چونکایا تھا اگرچہ اس دور کا کلام زیادہ تر نوجوانی کے رومانوی جذبات اور احساسات کا آئینہ دار تھا لیکن نہ صرف شاعر حسنِ فطرت کے گہرے اور دیرپا اثرات کے باعث اپنی شاعری میں ایک خاص قسم کا رچاؤ، گھلاوٹ اور سوز و گداز پیدا کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور اردو غزل میں تازہ جنم لینے والے مؤثر پیرایہ ہائے اظہار کو برتنے میں بھی سعی و کاوش کا ثبوت دیا تھا بلکہ فنکارانہ چابکدستی اور زبان و بیان کے حسن کے باعث بھی اُن کی شاعری اچھی شاعری کہلانے کی حقدار ٹھہری تھی۔ زخمِ گل کے کچھ بکھرے بکھرے اشعار ابھی تک میرے لوحِ ذہن پر نقش ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

آندھیاں تھم تو چکیں لیکن ہے لازم احتیاط
بند ہی رہنے دے اپنے گھر کا دروازہ ابھی

تو بھی کرے نظارۂ شامِ الم کبھی
کاغذ پہ اضطراب کا منظر اتار دوں

ہم بھی شکستہ دل کا لئے آئیں گے خراج
تم ایک بار جشنِ بہاراں مناؤ بھی

ایک لمحہ گذر نہیں پاتا
بیت جاتے ہیں ماہ و سال بہت

زندگی سے خود کنارہ کش ہیں لوگ
موت کے ہاتھوں کوئی مرتا نہیں

زخمِ گل کی اشاعت کے ایک طویل مدت بعد "گردِ ملال" منظر عام پہ آیا اور جو نام شاعر نے ان مجموعہ ہائے کلام کے تجویز کئے ہیں وہ بذات خود شاعر کے فکری اور جذباتی سفر کی طے کردہ مسافت کا پتہ دیتے ہیں۔ زخمِ گل کی شاعری نوجوانی

کی (ROMANTICISM)، اوائل شباب میں جنم لینے والے تحیر آمیز جذبات، حسنِ فطرت اور حسنِ انسان کی اولین قربت سے شاعر کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے نئے نویلے مدوجزر، معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں کا اولین شعور اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ناآسودگی اور احساسِ محرومی، مستقبل کے ان دیکھے سفر سے وابستہ بیم و رجا اور ان دیکھی مسرتوں کے دھنک رنگ خوابوں کی نمائندہ ہے جبکہ گرد ملال کی شاعری ایک طویل سفر کو طے کرنے کے بعد شاعر کے ہاتھ آنے والا کل سرمایۂ حیات ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ سفر ملال کا سفر ہے۔ یہ سفر گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر تک کا نہ ختم ہونے والا اور تھکا دینے والا سفر ہے، یہ ناآسودہ خواہشوں کا سفر ہے، یہ معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں سے پیدا ہونے والے احساسِ محرومی کا سفر ہے، یہ سماجی گھٹن اور ہوا میں تیرنے والے ایک خوفِ نامعلوم سے فرار کا سفر ہے۔ یہ اُن صورتوں کی یاد کا سفر ہے جو طاقِ نسیاں کی زینت بنتی جا رہی ہیں۔ یہ گلی کے موڑ سے ستاروں کی صدا تک کا سفر ہے۔ مختصراً یہ ایک تیسری دنیا کے ملک میں جنم لینے والے ایک متوسط طبقے کے شخص کے شب و روز کی کہانی ہے۔ اس کہانی کو مروجہ اسالیب میں شاعر نے اپنے قارئین تک پہنچایا ہے، چنانچہ قمر کی آواز ہمارے کانوں کے لئے نامانوس یا چونکا دینے والی نہیں۔ بیان کی قدرت اور فنی پختگی زخمِ گل کی شاعری میں اسی قدر تھی جتنی گرد ملال کی غزلوں اور نظموں میں ہے لیکن موضوع اور فکر و تخیل کی ندرت کے لحاظ سے گرد ملال اس بات کی غماز ہے کہ شاعر کا سفر اکثر دائرے میں ہوتا رہا ہے اور انہوں نے موضوع، اسلوب اور ڈکشن کی نئی نئی دنیاؤں کا کھوج لگانے کے لئے مہم جویانہ جذبے سے کام نہیں لیا۔ گرد ملال کی شاعری روحِ عصر سے ہم آہنگ ضرور ہے لیکن عصرِ حاضر کے پیچیدہ فکری عوامل کے پس منظر میں کوئی نیا انکشاف اور دورِ نو کے عطا کردہ زخموں کا کوئی نیا علاج اور حل پیش کرنے میں کامیاب نظر نہیں آتی اس مجموعے کا شاعر ایک طویل عرصہ تک ذہنی اور فکری جمود کا شکار رہا ہے اور لحظہ لحظہ بدلتے ہوئے ادبی رجحانات سے لاتعلق رہا ہے لیکن ان باتوں کے باوجود گرد ملال کی شاعری کی خوبصورتی سے انکار ممکن نہیں ہے۔ خاص کر غیر ادبی خاندانی پس منظر اور ایک نہایت پسماندہ اور دور افتادہ علاقہ سے تعلق کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے تو قمر کی شاعری یقیناً ایک معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک کہنہ مشق شاعر کا کلام ہے کسی تک بند شاعر کا نہیں۔ گرد ملال کا شاعر زبان و بیان کے تمام تقاضوں سے بخوبی واقف ہے اور ان کی فنکارانہ چابکدستی قابلِ داد ہے۔ نمونے کے طور پر گرد ملال کے کچھ خوبصورت اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

بسا گیا مری آنکھوں میں شہرِ خواب کوئی
مجھے تو جسم بھی اپنا لگے سراب کوئی

جستجو ہو تو کیا نہیں ملتا
بات تو شدتِ طلب کی ہے

عمر کے تلخ مراحل میں گھرا ہے اک شخص
اُس نے چاہا تھا کبھی خواب سفر میں انہیں

اتنا تو کر گیا کہ اندھیروں کی بھیڑ میں
آنکھوں کو بارِ تہمتِ بینائی دے گیا

چاندنی کو پکار پکار اٹھوں
چاند کو جب بھی بام پر دیکھوں

میری بستی سے دور ایک وادی میں ہیں
ایسے گھر جن کے ہیں بے نشاں راستے

ٹوٹ کر بھی میں کبھی بکھرا نہیں
اس بلندی پر مرا پرچم رہا

باقی صہ ۳۰ پر

محمد بشیر کوروی حال خپلو

آہ ایک اور
روشن ستارہ ڈوب گیا

لاکھوں دلوں کے حکمران دینِ حق کے باعمل اور باکمال عالم بلبلِ تصوف الحاج محمد علی المعروف مولوی علی کوروی مورخہ ۹ر ستمبر ۱۹۹۳ء بمطابق ۳۰ر ربیع الاول ۱۴۱۴ھ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا ۵ر اگست ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ سنِ بلوغت کو پہنچنے تک تعلیم وتدریس سے نابلد تھے۔ پھر آپ روزگار کے سلسلے میں کراچی تشریف لے گئے جہاں اخوند مہدی علی کریمی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن پاک کے علاوہ دعوات الصوفیہ اور فقہ الاحوط کا مطالعہ کیا۔ اسی دوران آپ کی ملاقات ایک کمبل پوش فقیر سے ہوئی جس نے آپ سے راہِ خدا میں دس روپے نذر کرنے کی فرمائش کی۔ محمد علی نے حسب تقاضا دس روپے اس فقیر کے حوالے کئے اس پر اس فقیر نے ایک ہاتھ سے کمبل کا ایک سرا پکڑا اور دودھ سے مماثل سفید مائع شے آپ کی ہتھیلی میں ڈالی اور اسے پی لینے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد وہ فقیر دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے غائب ہوا مگر محمد علی کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر گیا۔ اس ملاقات کی برکت سے آپ کو علم وعرفان کے بے شمار فوائد حاصل ہوئے اور دینِ حقہ کے اسرار ورموز سے واقفیت حاصل ہوئی اور آپ کا دل روحانی مسرت اور شادمانی سے بہرہ ور ہوا۔ معمولی تعلیم کے باوجود آپ علم وعرفان کا روشن ستارہ بن کر ابھرے اور ہزاروں بندگانِ خدا کو مستفید فرمایا۔

کہتے ہیں کہ ایک برس بعد وہ فقیر دوبارہ مولانا سے ملاقات کو آیا اور بصد اصرار دس روپے واپس کئے اور ساتھ ہی مولانا کو نصائح سے نوازا اور واپس چلا گیا۔ دونوں بار مولانا کو اس فقیر کا تعارف حاصل کرنے کی جسارت نہ ہو سکی۔

آپ نے اس واقعے کے بعد اپنی باقی ماندہ زندگی دینِ حقہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ترویج اور استحکام کے لئے وقف کر دی۔ لوگوں کو دینِ حق کا صحیح راستہ دکھایا۔ ذہنی اور اعتقادی طور پر بیگ باطن اور اخلاقی دیوالیہ پن کے شکار لوگوں کی رہنمائی کی۔

ایک وہ وقت تھا کہ لوگ نوربخشی کہلانے میں شرم محسوس کرتے تھے اور ان کی سیاسی اور اخلاقی حالت دگرگوں تھی۔ آپ نے قوم کو اس انحطاط سے نکال دیا جس کے لئے اہل صوفیہ نوربخشیہ مولانا مرحوم کے مرہونِ منت ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب درویش خداست قسم کے انسان تھے انہیں مثنوی مولانا رومؒ، نجم الہدیٰ اور بوستانِ سعدیؒ کے ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے۔ اکثر گفتگو اور تقریر میں لبستان السیاحہ کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ ان کی تقریر علم وعرفان کا خزینہ ہوتی تھی قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ پیرانِ پیر کے اقوال اس خوبصورتی سے بیان کرتے جاتے تھے کہ سامعین جھوم جھوم جاتے تھے وہ خوش الحان بھی تھے اور ان کی آواز دلوں میں ایک خاص اثر پیدا کرتی تھی۔

نوربخشیوں میں تصوف وعرفان کا ذوق بالکل سرد پڑ چکا تھا اور صوفیانہ اعمال سے ان کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی۔ مولانا نے وطن واپسی کے بعد جگہ جگہ تصوف کے موضوع پر تقریریں کیں ان تقریروں سے نوربخشیوں میں تصوف کا ذوق پیدا ہوا اور روحانیت سے از سر نو دلچسپی پیدا ہوئی۔ خوبصورت آواز اور منفرد فی البدیہہ تقریر کرنے کی صلاحیت کے باوصف آپ بلبلِ تصوف کے نام سے مشہور ہوگئے تھے آپ ایک عرصہ سے مرکزی جامع مسجد نوربخشیہ سکردو سے منسلک تھے۔

باقی صفحہ ۳۴ پر

دنیائے تصوّف کی خبریں

شاہ سیّد محمد نوربخش رحؒ کا یوم وصال مذہبی عقیدت و احترام سے منایا گیا

رپورٹ: جی ایچ معروفی

اسلام آباد ۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو جامع مسجد نوربخشیہ اسلام آباد میں شاہ سیّد محمد نوربخش کا ۵۲۵ واں یوم وصال زیرِ صدارت علامہ محمد بشیر صاحب منایا گیا اس جلسہ میں سیّد علی الموسوی (کھرکوی) نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی جلسہ کا آغاز آخوند محمد جعفر صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں مولانا محمد انور صاحب نے منقبت شاہ سیّد پیش کی۔ طالب علم غلام تقی نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اے مسلمانو! جو کچھ تمہیں رسولؐ نے دیا ہے اس پر عمل کرو اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے بچو۔ لہٰذا حضورؐ کی تعلیمات پر چلنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے اسی پر چل کر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ موصوف نے کہا شاہ سیّد محمد نوربخشؒ کا اصل مشن یہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔ شاہ سیّد کی تعلیمات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ان کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ایسے جلسوں کا انعقاد وقت کی اہم ضرورت ہے اور ان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا دین دوستی کا ثبوت ہے۔ نوربخشی والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے بچوں کو نوربخشی علوم سے آگاہ کریں اور ایسے جلسوں میں خصوصی طور پر بچوں کو لایا کریں تاکہ مستقبل میں وہ ایک مکمل نوربخشی بن جائیں جلسہ کے چیف آرگنائزر غلام مہدی تصوفی نے شاہ سیّدؒ کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ ایسے موقع پر جب مرزا شاہ رُخ تاتاریوں کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے اقتدار کے نشے میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑاتے تھے تو شاہ سید نے اُن کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہوں نے کہا کہ شاہ سیّد نے ۷ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور بہت ہی قلیل عرصہ میں طریقت، حقیقت اور معرفت کی منزلیں طے کر کے عالم متبحر ہو گئے اُن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ حق بات کہنے سے کبھی نہیں ڈرتے تھے کیونکہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا جہاد ہوتا ہے اور یہ جرأت ایک مردِ مجاہد ہی کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا اہلِ تصوّف نے دنیا کے کونے کونے میں جا کر تبلیغ کی اور لاکھوں کو مسلمان بنایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اہلِ تصوّف ہی کی بدولت آج ہم بحمد اللہ مسلمان ہیں ورنہ ابھی تک بدھ مت کے لعنت میں پھنسے ہوتے انہوں نے مزید کہا جہاں کہیں بھی اہلِ تصوّف موجود ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں یوم شاہ سیّدؒ کی تقریبات منعقد ہوتی رہیں گی۔

مہمان خصوصی سیّد علی الموسوی (کھرکوئی) نے جلسہ کے انعقاد اور اچھے انتظامات پر منتظمین کی تعریف کی اور کہا ایسے جلسوں کے انعقاد سے نوجوان طبقہ میں مذہبی شعور اور دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اس طرح سے زندہ قومیں اپنے بزرگوں اور محسنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتیں۔ انہوں نے کہا شاہ سیّد نے قلیل حامیوں کے باوجود حکومتِ وقت سے ٹکر لی اور مرزا شاہ رُخ کی اسلام دشمنی کا سختی سے مقابلہ کیا اور تمام کوششوں کے باوجود آپ کو اپنے مشن سے دور نہیں رکھا جا سکا۔ اس سلسلے میں آپ کو تین مرتبہ جیل بھیجا گیا اور سخت تکالیف پہنچائیں۔ یہی وجہ ہے آج مرزا شاہ رُخ کا نام لیوا کوئی نہیں ہے مگر شاہ سیّدؒ نے چونکہ اسلام کی خدمت کی تھی اور شعائرِ اسلام کا تحفظ کیا تھا

اس لئے لاکھوں کی تعداد میں آپ کے نام لیوا موجود ہیں۔

انہوں نے شاہ سید کی خداداد صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا سات سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ کرنا ایک غیر معمولی بات ہے اور یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اس عمر میں وہی حفظ کر سکتا ہے جس پر خدا تعالیٰ کی خاص نظر کرم ہو۔ سید علی الموسوی نے کہا شاہ سید نے ابتدائی تعلیم شہد علی اور میر شریف سے حاصل کی۔ آپ نے اپنے مشن کی ابتداء میں امام رضا کے آستانہ پر جا کر اللہ کے حضور میں اپنی دینی خدمات کو قبول کرنے کی دعا کی۔ یہی وجہ ہے آپ نے جلد طریقت، حقیقت اور معرفت کی منزلیں طے کیں اور واصلین حق کی صف میں شامل ہو گئے اور شاہ سید کے مرشد خواجہ اسحاق ختلانی نے اپنے مرید شاہ سید محمد نور بخش رح کے دست حق پر بیعت کی۔ مختصر یہ ہے کہ آپ نے مرزا شاہ رخ کو غیر اسلامی طور طریقوں اور تاتاریوں کے نقش قدم پر چلنے سے روکا۔ جس پر آپ کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائیں اور آپ پر مہدی موعود ہونے کا الزام بھی عائد کیا تا کہ لوگ آپ سے بدظن ہو جائیں۔ شاہ سید نے اس الزام کی سختی سے تردید کی اور کہا کہ مجھ ناچیز سے ناگفتہ باتیں منسوب کر کے سزائیں دیں۔ سید علی نے کہا نوربخشی ہونے کی حیثیت سے ہم پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان کی تمام کتابوں کا مطالعہ کریں اور اُن پہ عمل کریں۔ آخر میں صدر جلسہ علامہ محمد بشیر صاحب نے اتفاق و اتحاد اور عالم اسلام کی سربلندی کے لئے دعا کی گئی۔

تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک

کراچی یونٹ کا عشائیہ

مورخہ ۹ ستمبر جمعرات کی شام تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک کراچی یونٹ کے قائم مقام صدر جناب سعادت حسن منٹو صاحب نے صدر تنظیم جناب گلزار حسین صاحب کے اعزاز میں ان کے بلتستان کے دورے سے واپسی پر ایک پُرتکلف عشائیہ دیا جس میں کابینہ کے تمام ارکان سمیت سرمک ہاؤس کے نوجوانوں اور علاقہ کے چیدہ چیدہ سرکردہ لوگوں نے شرکت کی۔ صدر تنظیم کے دورے کے دوران جناب سعادت حسن منٹو صاحب نے اپنی بھرپور قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے یونٹ کو بڑے حوصلے اور ہمت سے چلایا اور کئی اہم فیصلے بھی کئے ان کا مرکز خیال بین الاقوامی طور پر صوفیاء کرام کی تعلیمات کو عیاں کرنا ہے اور لوگوں کو ان کے حالات زندگی اور کرامات سے متعلق آگاہ کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔

سعادت حسن منٹو

صدر تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک کراچی

کھرکوہ لہر میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن

یونٹ کا قیام

یکم ستمبر ۱۹۹۳ء کو کھرکوہ لہر کے نوجوانان اہل تصوف نے این۔ وائی۔ ایف کا قیام عمل میں لایا۔ اس تنظیم نے چند اہم منصوبے تیار کئے ہیں جن میں شاہ ہمدان میموریل لائبریری کے نام سے ایک لائبریری کا قیام سرفہرست ہے۔ حلف وفاداری کی تقریب ۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کو منعقد ہوئی اس موقع پر تنظیم کے چیئرمین جناب رُستم علی صاحب نے درجہ ذیل عہدیداران سے حلف لیا۔

۱۔ فدا حسین حالی	صدر
۲۔ غلام مہدی تبسم	سینئر نائب صدر
۳۔ بشارت علی	نائب صدر
۴۔ غلام محمد شہباز	جنرل سیکرٹری
۵۔ غلام نبی شاہین	جوائنٹ سیکرٹری
۶۔ محمد اسماعیل	فنانس سیکرٹری
۷۔ غلام مہدی نسیم	ڈپٹی فنانس سیکرٹری

اس موقع پر جناب اخوند علی صاحب کو متفقہ طور پر تنظیم کا نگران اعلیٰ جبکہ فدا حسین حالی صاحب کو منتخب اعلیٰ چنا گیا۔

دُم سُم میں محفلِ میلاد

آج بروز اتوار بتاریخ ۱۷، ربیع الاوّل کو نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن یونٹ دم سُم کے زیرِ اہتمام یوم ولادت باسعادت رحمۃ اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت محمد عباس نے حاصل کی۔ نعت خوانوں نے بحضور سرورِ کونین نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ پھر مولوی محمد عباس صاحب نے نبی اکرمؐ کی سیرت پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں ممتاز علی دُم سُمی صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن یونٹ دُم سُم نے نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے اغراض و مقاصد اور کارکردگی پر روشنی ڈالی۔

ممتاز علی دُم سُمی

صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن دُم سُم

شگر کیا ہومنگ میں مدرسہ شاہ ہمدانؒ کا قیام

علاقہ شگر خاص کیا ہومنگ کے نوجوانوں نے شگر میں دینی علوم عام کرنے کی غرض سے ایک انجمن قائم کی ہے جس کے زیرِ اہتمام مدرسہ شاہ ہمدان چلایا جائے گا اس انجمن کے عہدیداران درج ذیل ہیں۔

صدر	ماسٹر نثار حسین
نائب صدر	صوبیدار فضل
جنرل سیکرٹری	فدا حسین
نگران اعلیٰ	آخوند علی
آفس سیکرٹری	فدا حسین نمبر ۲
فنانس سیکرٹری	حوالدار غلام حیدر
ڈپٹی فنانس سیکرٹری	سلیمان
رابطہ سیکرٹری	محمد اسحاق

بزمِ صوفیہ کا انتخاب

... صوفیہ نوربخشیہ کو تھنگ بالا شگر میں بزم صوفیہ کا سالانہ انتخاب عمل میں آیا اور درج ذیل عہدیداروں کو منتخب کیا گیا۔

صدر	محمد نذیر غازی
نائب صدر	فدا حسین ابدالی
جنرل سیکرٹری	علی حسن بلالی
جوائنٹ سیکرٹری	فدا محمد
سیکرٹری نشر و اشاعت	محمد حسین
پروپیگنڈہ سیکرٹری	سکندر علی
خزانچی	ملا محمد ابراہیم
نائب خزانچی	محمد زمان

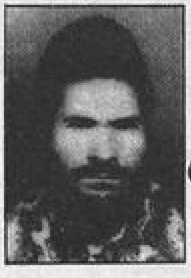
تنظیم نوجوانانِ صوفیہ نوربخشیہ سرمک کے متصوفانہ معاشرے کے قیام کیلئے اقدامات

تنظیم نوجوانان نوربخشیہ سرمک گزشتہ چھ سالوں سے مذہب نوربخشیہ کی ترقی اور معاشرے کی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ تنظیم کا ایک منشور یہ بھی ہے کہ لوگوں کو شادی بیاہ اور دیگر تقریبات پر کی جانے والی فضول خرچیوں، فرسودہ رسومات اور بے جا اسراف سے روکا جائے۔ اس ضمن میں تنظیم ہذا نے پوری وادی میں شادی بیاہ پر ہونے والے فالتو اخراجات اور غیر مذہبی رسومات پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے نوجوانوں کے نیک عزائم کی بدولت علاقے کے لوگوں نے تمام فضول خرچیوں اور بُری رسومات کو ترک کر دیا ہے اور امام الاولیاء حضرت علی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سادگی سے اپناتے ہیں اس طرح ایک خالص صوفیانہ معاشرے کی فضا قائم ہوتی ہے۔

علی خان الیسوسی ایٹ انجینئر، رابطہ سیکرٹری

تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ)

سکردو بلتستان



تصوف کے ممتاز عالم دین مولوی محمد علی کوروی انتقال کر گئے

ممتاز عالم دین خطیب شعلہ بیان مولوی محمد علی (عرف کوروا مولبی علی) طویل علالت کے بعد اپنے آبائی گاؤں کورو بلتستان میں انتقال کر گئے۔ مرحوم کافی عرصے سے جگر کی تکلیف میں مبتلا تھے اس سلسلے میں ڈسٹرکٹ ہسپتال سکردو اور ہاسپٹل کمپلیکس اسلام آباد سے علاج معالجہ کرایا مگر افاقہ نہ ہو سکا تھا اور مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۹۳ء کو اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ مرحوم مسلک نوربخشیہ کے صف اول کے عالم دین خطیب شعلہ بیان اور معاملہ فہم شخص تھے اُن کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ کافی عرصہ تک محسوس کیا جائے گا۔ مرحوم کی ایصال ثواب کے لئے جامع مسجد نوربخشیہ اسلام آباد میں خصوصی دعائیں کی گئیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ مرحوم کی وفات پر لواحقین کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان ڈغونی یونٹ کا قیام

۱۵ اگست ۱۹۹۳ء کو مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈغونی میں ایک اہم جلسہ منعقد ہوا جس میں این وائی ایف پاکستان ڈغونی یونٹ کا قیام عمل میں لایا گیا اور متفقہ طور پر درج ذیل عہدیداروں کا قیام عمل میں آیا۔

۱۔	صدر	اخوند محمد حسین کاشف
۲۔	نائب صدر	غلام مہدی صابری
۳۔	جنرل سیکرٹری	حامد حسین
۴۔	ڈپٹی جنرل سیکرٹری	سخاوت حسین شمسی
۵۔	سوشل سیکرٹری	عبداللہ نسیم
۶۔	جوائنٹ سیکرٹری	شبیر علی مرزا
۷۔	کنوینر	غلام حسن
۸۔	سیکرٹری نشرواشاعت	غلام علی عاصی
۹۔	آفس سیکرٹری	علی
۱۰۔	سٹیج سیکرٹری	شاکر حسن
۱۱۔	لائبریرین	بابو غلام حیدر

آخر میں خطیب جامع مسجد ڈغونی جناب مولانا شبیر علی صاحب نے عہدیداروں سے حلف لیا۔

محمد حسین کاشف

صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن ڈغونی بلتستان

سلدی شگر میں جشن عید میلاد النبیؐ

۶ ستمبر ۱۸ ربیع الاول بروز پیر کو سلدی شگر میں ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ کے یوم ولادت کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت حجۃ الاسلام پیر واعظ خانقاہ معلیٰ الچوڑی جناب آغا سید مرتضیٰ صاحب نے کی جبکہ مہمان خصوصی مدرسہ علوم امامیہ صوفیہ نوربخشیہ شگر کوتھنگ کے مدرس مولانا خادم حسین پندوی صاحب تھے جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد سید خلیل اللہ طالبعلم نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا بعد ازاں مقررین نے خاتم الانبیاء سرکار دو عالم محمد مصطفیٰؐ کے مختلف حالات اور ان کے مشن پر روشنی ڈالی۔ گرلز پرائمری سکول الچوڑی کے مدرس جناب اخوند علی نے اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ آنحضرتؐ نے اشاعت توحید پر کمربند تھی تو ابو جہل اور اس کی قوم نے لات ومنات کو اپنا حاجت روا بنایا۔

جناب سید علی موسوی خطیب خانقاہ معلیٰ حستوپی نے اپنی تقریر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو ہم پر شفیع المذنبین بنا کر بھیجا۔ آپؐ ایک ایسے خاندان میں مولود ہوئے جو عرب کے سارے قبیلوں میں افضل ترین تھا۔ جس وقت عرب جاہلیت کا شکار تھا۔ خانہ کعبہ کے اندر بت بنا کر رکھ دیئے تھے۔ جب آنحضرتؐ کے نور سے دنیا منور ہونے لگی تو یہ بت پاش پاش ہوگئے اس موقع پر جناب اخوند محمد رضا (بچپڑ بنگ بابا ماں) نے آنحضرتؐ کے حضور میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ مہمان خصوصی مولانا خادم حسین پندوی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ رسول اللہؐ نے ہماری ہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑی ہیں کتاب اللہ اور اہلبیت رسولؐ انہوں نے مزید کہا کہ شاہ سید محمد نور بخشؒ کی تعلیمات ہمیں راہِ نجات دکھاتی ہیں۔ مہمان خصوصی کے علاوہ یونین کونسل انچوڑی کے چیئرمین غلام عباس، مولانا مولوی محسن صاحب شیخ نادر صاحب اور حفاظ حسین نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ آخر میں جناب آغا سید مرتضیٰ صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ آج کی اس عظیم محفل میلاد النبیؐ کو ہمیں بارونق بنانے کی توفیق حاصل ہوئی۔ یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ سلدی جیسے چھوٹے قریے میں آج اہلِ تصوف کا ایسی محفل میلاد منعقد کرنے کے قابل ہوئے۔ اتحاد و اتفاق اور مسلک نوربخشیہ کی سربلندی کی دعاؤں کے ساتھ اس جلسے کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: سید حسین شاہ موسوی
خشوپی شگر بلتستان

الندوۃ الاسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ کا نصب العین

- پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لئے جد و جہد کرنا
- مقام مصطفےٰ اور مقام اہلبیت اطہار علیہم السلام کا تحفظ کرنا
- مجموعہ شریعت محمدیہ الفقۃ الاحوط کے مسائل سے عوام کو روشناس کرانا
- اولیائے کرام اور سلف الصالحین اور اکابرین نوربخشیہ کی پیروی کرنا
- نوربخشی تشخص اور اقدار کی حفاظت کرنا
- شاہ ہمدان اور شاہ سید کے مشن کو جاری و ساری رکھنا۔

علمائے صوفیہ نوربخشیہ کی واحد ملک گیر تنظیم
الندوۃ الاسلامیۃ الصوفیۃ النوربخشیہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس۔ بلتستان کا نصب العین

۱۔ تمام نوربخشی عوام کو منظم کرنا، اور ان میں مکمل ہم آہنگی و یکجہتی پیدا کرنا (۲) نوربخشی عقائد و رسومات اور حقوق کے تحفظ اور پاک مذہبی قدروں کے فروغ کے لئے سعی کرنا (۳) احکام شرع کے منافی کاموں کے خلاف جہاد کرنا اور دینی حقہ کی صحیح ترجمانی کرنا (۴) بزرگانِ دین، سلف صالحین خصوصاً امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور شاہ سید محمد نوربخشؒ کے فقہ احوط، اصول اعتقادیہ و دیگر کتب کی دینی تعلیمات کو اجاگر کرنا اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند رہنا (۵) دینی درس گاہ و لائبریری کا قیام اور نشر و اشاعت و دیگر امور کے سلسلہ میں مرکز سے مکمل تعاون کرنا (۶) آئمہ کرام و اولیائے عظام کے ایام ولادت و وفات کے موقعوں پر خصوصی محفلوں کا انعقاد کرنا اور انہی کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق نوجوان نسل میں دینی بیداری و جذبہ پیدا کرنا (۷) امداد باہمی کے اصول کے مطابق حقیقی خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنا (۸) اسلامی مقاصد کے لئے کام کرنے والی دیگر تنظیموں کے ساتھ اتحاد بین المسلمین کے جذبے کے تحت رابطہ قائم رکھنا اور تعاون کرنا۔

زاھد علی کا انتقال پُر ملال

انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کے زیر اہتمام ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں انجمن ہٰذا کے مخلص جانثار سابق کارکن عزیزم زاہد علی بلغاری کی بے وقت موت پر افسوس

کیا گیا۔

مرحوم نہایت ہی مخلص، تابعدار، با اخلاق اور خوش باش انسان تھے۔ مرحوم انجمن ہٰذا کے جنید چیئرمین مولانا مولوی نور علی صاحب کے بڑے فرزند ارجمند تھے۔ ان کی بے وقت موت سے اراکین انجمن صوفیہ نور بخشیہ گلگت بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اس موقع پر ہم جملہ اراکین انجمن مرحوم کے والدین بہن بھائیوں اور سوگوار خاندان کو صبر جمیل کی تلقین کرتے ہیں اور مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عنایت کرے

شکور علی انور گلگت

این۔ وائی۔ ایف مرتضیٰ گنڈ یونٹ کی تقریب

مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو این۔ وائی۔ ایف۔ مرتضیٰ گنڈ یونٹ کے زیر اہتمام ایک پُروقار تقریب ہوئی جس میں کابینہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس تقریب میں انجمن فلاح و بہبود نوربخشیہ مرتضیٰ گنڈ کے جنرل سیکرٹری جناب سابق حوالدار علی حسین یونین کونسل کے چیئرمین جناب سید ذاکر حسین عوامی مرکزی فنانس سیکرٹری جناب مراد علی، سابقہ عہدیداران عوامی نمائندوں اور عوام کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔

تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اور یونٹ کے صدر غلام مہدی صاحب نے خطبۂ استقبالیہ دیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض سابق صوبیدار جناب غلام مہدی کا نے سنبھالے۔ اس موقع پر مقررین نے این۔ وائی۔ ایف مرتضیٰ گنڈ کی کارکردگی کو سراہا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حال ہی میں خپلو میں منعقد ہونے والے علماء کنونشن کے فیصلوں کی پابندی کیجئے۔ مرکزی فنانس سیکرٹری جناب مراد علی نے عوام اور نوجوانوں پہ زور دیا کہ وہ علاقے میں امن و امان برقرار رکھیں۔ یونین کونسل کے چیئرمین سید ذاکر حسین صاحب نے فرمایا کہ کسی بھی تحریک یا تنظیم کی کامیابی کے لئے نوجوانوں کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے اس سلسلے میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آخر میں صدر این۔ وائی۔ ایف مرتضیٰ گنڈ یونٹ جناب مہدی حسن نے یونٹ کی کارکردگی پر روشنی ڈالی۔ نئی کابینہ کے ممبران کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ صدر	غلام مہدی ایکس صوبیدار
۲۔ جنرل سیکرٹری	سیّد ذاکر حسین
۳۔ نائب صدر	علی موسیٰ
۴۔ ڈپٹی جنرل سیکرٹری	سیّد طاہر علی شاہ
۵۔ فنانس سیکرٹری	غلام حیدر
۶۔ ڈپٹی فنانس سیکرٹری	سلمان محمد
۷۔ سیکرٹری نشر و اشاعت	مختار علی
۸۔ ڈپٹی سیکرٹری نشر و اشاعت	موسیٰ علی
۹۔ ناظم اجلاس	محمد حسین
۱۰۔ ڈپٹی ناظم اجلاس	مہدی حسن
۱۱۔ آفس سیکرٹری	غلام محمد
۱۲۔ لائبریرین	محمد علی

مولوی محمد علی کی رحلت پر تعزیتی اجلاس

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو انجمن صوفیہ نوربخشیہ کونوداس گلگت کے زیر اہتمام ایک تعزیتی اجلاس شاہ ہمدان جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں تمام اراکین انجمن کے علاوہ فرزندان توحید کا کثیر تعداد نے شرکت کی۔

بلبل تصوف جناب الحاج مولانا محمد علی صاحب کوردی عرصہ دراز تک علیل رہنے کے بعد پچھلے دنوں اپنے آبائی گاؤں کورو میں انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شکور علی انور (خطیب و امام شاہ ہمدان جامع مسجد) نے اپنے تعزیتی کلمات میں بلبل تصوف الحاج مولوی محمد علی کوردی کی موت کو پوری قوم کے لئے ایک ناقابل فراموش المیہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ حقیقتی ہے تصوف کا ایک اور چراغ گل ہوا جس کی نفع

بخش روشنی دور دور تک پھیل رہی تھی ۔

مرحوم وقت کے اُن جلیل القدر علماء میں سے تھے جن کی مقبولیت اور عوام میں پذیرائی علم و عمل اور اخلاص کے بل بوتے پر تھی ۔ آپ نہایت شیریں زباں مقرر تھے ۔ فنِ خطابت میں یکتائے روزگار تھے ۔ آپ کی پوری زندگی ملت کی ترقی و ترویج کے لئے وقف تھی ۔ آپ کا خداداد علم ذاتی قابلیت کی روشنی دیتا ہے ۔ آپ کی گراں قدر مذہبی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم ملت کے بے باک مجاہد تھے ۔ آپ گراں قدر مذہبی خدمات کے لئے کمر بستہ رہتے تھے ۔ مشکل سے مشکل وقت میں بھی دین پر آنچ نہ آنے دیا ۔ قوم کو ہر کٹھے وقت میں سنبھالا دیا ۔

آخر میں تمام اراکین و شرکاء اجلاس کی طرف سے مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور جملہ لواحقین، پسماندگان و سوگواران خاندان کے لئے صبر و استقامت کی دعائیں کی گئیں ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو مقام اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین

نمائندہ

نوائے صوفیہ گلگت

مفتی نور بخشیہ الحاج آغا سید علی شاہ صاحب کا تردیدی بیان

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۸ میں نامہ نگار کی ارسال کردہ یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ مفتی نور بخشیہ آغا سید علی شاہ صاحب نے علماء کنونشن کے منظور کردہ معاہدے سے انحراف کیا ہے آغا صاحب مذکور نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ یہ خبر غلط ہے اور انہوں نے کوئی ایسی تقریر نہیں کی جس سے معاہدے کی خلاف ورزی کا پہلو نکلتا ہو ۔ اس سلسلے میں آغا صاحب کی فارسی زبان میں تحریر کردہ تردید کا بیان ذیل میں شائع کیا جاتا ہے ۔ ادارہ نوائے صوفیہ مفتی صاحب سے معذرت خواہ ہے ۔

فخر العلماء سید علی شاہ صاحب کی تحریر کا ترجمہ

از گنا نثر صاحب ! سلامت رہے

تحفۂ سلام کے بعد واضح ہو کہ رسالہ "نوائے صوفیہ" میں میرے خلاف صاف الفاظ میں لکھا گیا ہے "جو تم نے آنکھوں سے دیکھو وہ سچ ہے اور جو کچھ کانوں سے سنو وہ جھوٹ ہے" کے مصداق تمہیں معلوم ہے کہ اس سے پہلے کراچی سے بھی میرے بارے میں جھوٹی باتیں لکھ کر سب میں مشہور کر دی ہیں اسی طرح سے لکھا ہوگا مگر اس طرح کی باتیں لکھنا مناسب نہیں اگر معاہدے کے خلاف خانقاہ تھگس میں تقریر کی ہو تو تھگس والوں سے پوچھ سکتے ہو ۔ بصورت دیگر ملاقات کی صورت میں صفائی بھی پیش کر سکتا ہوں ۔ گذشتہ را صلوٰۃ ، آئندہ را احتیاط ۔ پر عمل کرنا ! ورنہ خاموش نہیں رہیں گے بلکہ یوتھ فیڈریشن والوں سے پوچھ سکتے ہو کہ معاملہ کیا ہے ۔

فقط والسلام

مترجم : سید بشارت علی

سید علی شاہ

قارئین نوٹ فرمالیں

نوائے صوفیہ میں شائع ہونے والے خطوط ، مضامین اور خبروں کی ذمہ داری لکھاری حضرات پر عائد ہوتی ہے ۔ ادارے کا ان کی رائے اور نظریے سے متفق ہونا ضروری نہیں رسالے میں تنقیدی آراء کو جگہ دی جاتی ہے لیکن ان کے اخلاقی اور قانونی پہلوؤں کے لئے صاحبِ مضمون حضرات سے رجوع کیا جا سکتا ہے ۔ نوائے صوفیہ کی بنیادی پالیسی اصلاحِ اخلاق اور فروغِ تصوف و اتحاد بین المسلمین ہے

(ادارہ)

باقی صفحہ ۳۴ پر

بقیہ : تفکر و تذکر

من جانب اللہ ہوتا ہے۔ وحی کی پہچان مشکل نہیں۔ ذرا قرآن کریم کی تلاوت کیجئے اور سوچئے کہ کیا اسالیب و لہجہ کسی انسان یا کسی اور مخلوق کا ہونا کسی بھی صورت ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو وہ خالق حقیقی ہے جس کا لہجہ ایسا عالمگیر ہے اور جس کی بات اتنی دو ٹوک ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکالنا مقصود تھا کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لئے زندگی کی حقیقت کو سمجھنا ایسا مشکل نہیں۔ ہمارے نزدیک تو زندگی محض مشیئت الٰہی کا مظہر اور نمونہ ہے اور یہ عقیدہ اس عنوان کے دوسرے حصے یعنی مقصد زندگی کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

(۳)

یہ حیات اور کائنات کیوں وجود میں لائی گئیں یقیناً اس لئے کہ خالق کائنات اپنی قوت تخلیق اور صنعت گری کا جلوہ نمایاں کرے اور پھر اس کی مخلوق اس کی قدرت کو تسلیم کرے اور پھر اس کی تسبیح کرے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوں

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بین

معشوق نے اپنے حسن کے جلووں کو آشکار کیا اور چاہا کہ نہ صرف اس کی تعریف ہو بلکہ اس کی پرستش بھی ہو چنانچہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور نہیں ہم نے پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو سوائے اس کے کہ وہ ہماری پرستش کریں۔

چنانچہ تخلیق حیات سے خالق کی پہلی مرضی تو یہ لگتی ہے کہ اس کی صناعی اور خلاقی کی پرستش ہو اور ثانیاً خالق کائنات کی اس منشاء کا پتہ چلتا ہے کہ حیات و کائنات کے اس لاثانی حسن میں کوئی بگاڑ نہ پیدا ہو اور اس نازک توازن میں کوئی خلل نہ آئے۔ چنانچہ انبیاء اور اولیاء نے ہمیشہ انسانی معاملات میں توازن اور انصاف قائم رکھنے پر زور دیا اور ہر دور میں ایک خوبصورت ضابطۂ اخلاق کا پرچار کیا۔ یہی اعتقادات، عبادات اور معاملات دین کے اجزائے ترکیبی ہیں اور یہی تہذیب کے بنیادی ستون ہیں۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جو انسانی معاشرے کو جنگل کے ماحول سے ممتاز و ممیز بناتی ہیں۔ صوفیائے کرام کی تمام تر تعلیمات کا بنیاد انہی تین باتوں پر ہے۔

(۴)

"نوائے صوفیہ" جو احیائے تصوف کا علمبردار ہونے کا دعویدار ہے اس کا بنیادی مقصد اور نصب العین بھی ایک صالح اسلامی اور صوفیانہ معاشرے کی تعمیر و تشکیل ہے جس کے افراد اپنے مقصد حیات سے کماحقہٗ واقف ہوں۔ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہوں جن کا اخلاق مثالی ہو اور جن کے صاف اور روشن عقائد شیطانی اور مشرکانہ توہمات کی آمیزش سے پاک ہوں۔

ہمیں نہایت خوشی ہے کہ اس رسالے کی گذشتہ قسطوں کو نوجوانوں نے حد درجہ پذیرائی بخشی۔ امید ہے کہ ہماری کاوش ایک بے مثال علمی، ادبی اور اخلاقی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ (مدیر)

بقیہ : تبصرۂ کتب

گئے دنوں کی رفاقت کو جب بھی یاد کیا
تو فاصلوں سے بھی اک ربطِ جاں دکھائی دیا

چلے تو گردِ سفر تھی رُکے تو گردِ ملال
اک امتحان پس امتحاں دکھائی دیا . . .

اگلے شمارہ میں تمام مستقل خریداروں کی فہرست شائع کی جائے گی۔ لہٰذا مستقل خریداری کے خواہشمند مبلغ ۳۰ روپے چار شماروں کے پیسے ایڈوانس جمع کرائیں تاکہ مستقل خریداروں کو بر وقت رسالہ پہنچانا ممکن ہو سکے یہ رقم براہ راست مندرجہ ذیل پتہ پر منی آرڈر کریں۔

شکریہ

جی ایچ معروفی
فلیٹ نمبر ۷ بلاک ۴ ا کنگیری ۱۷
آئی ایٹ اسلام آباد

آپ کے خطوط

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۹ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ تمام مضامین نہایت عمدہ تھے۔ یقیناً یہ رسالہ مذہب نوربخشیہ کی تبلیغ کا اہم ذریعہ ہے جسے کسی صورت بند نہیں ہونا چاہیئے۔

محمد رفیق ایبٹ آباد حال کراچی

⬡

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۸ پڑھنا نصیب ہوا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کچھ لوگوں کی مخالفت کے باوجود بند نہیں ہوا۔ میں ہر ایڈیشن کی بارہ کاپیاں اپنے گھر والوں کے لئے خریدتا ہوں۔

حاجی غلام علی اے بی سینیا لائن کراچی

⬡

نوائے صوفیہ کی مسلسل اشاعت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی محنت رائیگاں نہیں جا رہی ہے۔ اس رسالے کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بلتستان میں یہ ہر کسی کے ہاتھ میں نظر آتا ہے۔ میری لائبریری میں رسالے کی پہلی قسط موجود ہے۔ مہربانی باقی تمام قسطیں بھی ارسال کریں

سید علی مدرس ہائی سکول پرتوک

⬡

مکرمی ایڈیٹر صاحب

مذہب نوربخشیہ کی نشر و اشاعت میں آپ کی مبارک ہستی ہمیشہ سے پیش پیش رہی ہے۔ نوائے صوفیہ قسط نمبر ۸ نہایت معیاری تھا۔ ضامن علی ضیاء اور غلام حسین نوربخشی کے مضامین اور سید اسد زیدی کا نذرانۂ عقیدت بہت پسند آیا۔

مہدی حسن لبیوا گلشن کبیری کراچی

⬡

نوائے صوفیہ کی تیس کاپیاں موصول ہوئیں جو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ خرید لیں۔ رسالہ ہماری لائبریری کے نام بھیجنے کے لئے شکر گذار ہیں۔

محمد ابراہیم صدر انجمن دائی ایف خرژوکھا۔ بلغار

⬡

نوائے صوفیہ وقت کی اہم ضرورت ہے اسے کسی قیمت پر بھی ماضی کی طرح التواء کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ اس رسالے کی وساطت سے ہر خاص و عام اہل علم و دانش کے سینوں میں پوشیدہ علوم سے مستفید ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اہم فریضہ بھی انجام پذیر ہو رہا ہے۔ باد مخالف سے گھبرائے بغیر اس اہم کام کا تسلسل قائم رکھیں۔

اخوند محمد حسین کاشف ڈوغونی

⬡

میں مسلک نوربخشیہ کا ایک ادنیٰ سا پیرو کار ہوں۔ مجھے نوربخشی کتابوں کے مطالعے کا بہت شوق ہے۔ لہٰذا نوائے صوفیہ کے خریداروں کی فہرست میں میرا نام بھی درج کریں۔

محمد افضل تسنیم، ہائی سکول ایچوڑی۔ سیشگر

⬡

ارسال کردہ رسالہ موصول ہوا۔ آئندہ میرا نام بھی مستقل خریداروں میں شامل کریں۔

صوفی علی حسن شگری
سیاچن گلیشئر چھور بٹ نالہ

⬡

نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۸ میں شائع شدہ مضامین انتہائی جاندار اور لائق تحسین ہیں۔ خصوصاً مجروح صاحب کا طائر لاہوت قمر صاحب کی نعت، غلام حسن کا مضمون، اسد زیدی کی نظم نوربخش اور جی ایچ معروفی صاحب کا مضمون واقعہ کربلا قابل داد

ہیں مگر ائمہؑ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے بجائے علیہ السلام لکھا جانا چاہیئے تھا۔ اس قسم کی کتابت کی غلطی باعث افسوس ہے۔

ایم اے شاہد ۔ اسلام آباد

ہم این۔ ایل۔ آئی کے سب جوان آپ تمام علمائے کرام کے ممنون ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب فرمائے۔ رسالے کی دس کاپیاں موصول ہوئی ہیں۔

سپاہی اخوند موسیٰ NLI ۔ بونجی گلگت

نوائے صوفیہ کا تازہ شمارہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی آپ کی توگنگا ہی الٹی بہہ رہی ہے۔ رسالے میں مندرجہ ذیل خامیاں ہیں۔

ا۔ مضامین کی ترتیب بہت بے قاعدہ ہے
ب۔ خطوط کو ضرورت سے زیادہ جگہ دی گئی ہے۔
ج۔ پروف بہت کمزور ہے اور بکثرت غلطیاں رہ گئی ہیں۔
د۔ اداریہ ندارد ہے۔

باقی مضامین معیاری ہیں۔ خاص کر محمد علی صاحب کا کراچی سے بھیجا ہوا خط ان تمام نور بخشیوں کے دل کی آواز ہے جو کسی بیرونی لٹریچر اور غیر نور بخشی ثقافت سے مرعوب و متاثر نہیں۔ ضامن علی ضیاء کے مضمون میں آثار فیض بخش کے تحت جن چار کتابوں کو فیض بخش کی تصنیف قرار دیا ہے وہ قطعی غلط ہے۔ فیض بخش کے حالات زندگی تحفۃ الاحباب میں موجود ہیں۔ ان سے کسی کتاب کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ چاروں کتابیں بعد کی پیداوار ہیں۔

غلام حسن جستجو خپلو

اہل نور بخشیہ کا واحد ترجمان اور اہل تصوف کا محبوب رسالہ نوائے صوفیہ میں باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اگر رسالے کو ماہنامہ بنایا جائے تو بہت سے اہل علم حضرات کو اپنے مضامین چھپوانے کا موقع مل جائے گا۔ نوائے صوفیہ میں تصوف کی اہمیت اور غرض و غایت کو زیادہ جگہ دی جائے

اخوند غلام تقی لاہور

نشر و اشاعت جیسے اہم شعبے کو سنبھال کر آپ نے یقیناً ناقابل فراموش کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہم رسالے کو خلوص دل سے پڑھتے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ صاحب کی علمی صلاحیتوں سے مستفید ہونا سب کا دل چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں غازی نعیم صاحب کے مضامین بھی جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اور معیاری ہیں۔

موسیٰ راسخ کوروی، محمود آباد کراچی

نوائے صوفیہ کا آٹھواں شمارہ پڑھا علامہ صاحب کی غیر حاضری شدت سے محسوس ہوئی۔ نوائے صوفیہ میں آپ کی فکر انگیز تحریر کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔

شاہین نبی ریاض سعودی عرب

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۸ موصول ہوا۔ آئندہ چھ یا سات کاپیاں میرے نام ارسال کریں۔

غلام نبی بلغاری مقیم غواڑی

نوائے صوفیہ کا تازہ شمارہ ملا۔ آپ لوگوں نے کئی غیر ضروری مضامین چھاپ کر رسالے کو متنازعہ بنا دیا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے کھلی انتہا پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ رسالے میں ایسے مضامین شائع کریں جن سے اتحاد و اتفاق پیدا ہو لہٰذا آئندہ ستی منافی باتیں شائع نہ کریں۔

ماسٹر مشکور علی خپلو

نوائے صوفیہ لوگوں میں مذہبی جذبات کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔

نثار حسین آرزو کورو

نوائے صوفیہ پوری کامیابی کے ساتھ نور بخشی قوم کی رہنمائی کر رہا ہے اس میں شائع ہونے والے مضامین نہایت شاندار ہیں۔ دینی مسائل کا سلسلہ دوبارہ شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ عوام کا فی شمارہ ہماری تنظیم رسالے کی ممبر بننا چاہتی ہے۔

گلزار حسین صدر تنظیم

نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرنک۔ کراچی

نوائے صوفیہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کر رہا ہوں مسلک و ملت کے احیاء کے لئے نشر و اشاعت کا سلسلہ انتہائی ضروری ہے رسالے میں شائع ہونے والے مضامین دینی مسائل اور خطوط اپنی اپنی جگہ وقت کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔ ایک مضمون ارسال ہے نوائے صوفیہ میں جگہ دے کر حوصلہ افزائی فرمائیں۔

ایم۔ نذیر۔ سکردو

نوائے صوفیہ پڑھنے کا نہایت مشتاق ہوں۔ میں مچھروا میں نوائے صوفیہ کا ڈیلر بننا چاہتا ہوں۔ ہم نے مچھروا کا نام گلشن کبیر رکھا ہے۔ آئندہ رسالہ باقاعدگی سے ارسال کریں۔

محمد عبداللہ گلشن کبیر۔ حال کراچی

نوائے صوفیہ کی دن بدن وقعت بڑھ رہی ہے۔ خصوصاً کریس کا اقرار نامہ اور خپلو کے کنونشن کی روئیداد آنے والی نسلوں کے لئے ایک جامع وثیقہ بن جائے گی۔

سید محمد ذاکر مرتضیٰ گنگ

افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ آپ نے میرے گذشتہ مضمون میں مندرج شجرہ نسب کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اور مضمون بھی کانٹ چھانٹ کر کے کم کیا تھا۔ اس دفعہ ایک مضمون ارسال ہے بغیر کسی کمی بیشی کے شائع کریں۔ سابقہ شماروں میں چند مضامین غیر ضروری تھے۔

سید زاہد حسین الموسوی

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۸ کے حوالے سے یہ وضاحت کرتا ہوں کہ سید علی شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں دعوات صوفیہ کے روحانی روابط وغیرہ میں روحانی کی وضاحت فرمائی تھی مگر معاہدہ کے خلاف کچھ نہیں فرمایا تھا یہ محض عوام کی غلط فہمی کا نتیجہ تھا آپ کو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

سید مہدی شاہ میر واعظ بلدی

گذشتہ قسطوں کی طرح قسط نمبر ۸ بھی ایک تحفے کی مانند نمودار ہوئی۔ تمام مضامین اچھے تھے لیکن طائرلاہوت سے بہت ہی متاثر ہوا۔ ہم سب کو فکر کرنا چاہیئے۔ قسط نمبر ۹ میں مجموعہ شریعت محمدیہ کا مضمون ضرور شائع کریں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے آمین

اختر حسین ولشاد جنرل سیکرٹری الندوۃ الاسلامیہ

صوفیہ نوربخشیہ کراچی

ارسال کردہ نوائے صوفیہ ہاتھوں ہاتھ بک گیا۔ آئندہ زیادہ تعداد میں ارسال کریں۔ علامہ صاحب کے نام سید علی طوسی پر ایک مضمون بھیجا ہے مناسب سمجھیں تو شامل اشاعت کریں مسلک نوربخشیہ کا واحد ترجمان نوائے صوفیہ کی اشاعت سے لوگوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں اور کامیابی کے لئے دعاگو ہیں۔

خادم حسین پندوی مدرسہ نوربخشیہ

کوتھنگ بالا شگر

بحوالہ خط منجانب الیس اے سرکی حال حشوپی شگر بنام ایڈیٹر نوائے صوفیہ نظروں سے گزرا۔ یہ خبر مسلک نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والوں کے لئے ایک لمحہ فکر یہ ہے علمائے کرام کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ ان امور کا سدباب ہو یہاں یہ لکھنا بے جا نہ ہوگا کہ فی زمانہ نہ کوئی ایسا عارف ہے جو زبان اور رسل و رسائل کی مشکلات کی پرواہ کئے بغیر خدا کا نام لے کر سفر اختیار کرے اور نہ وہ جذبہ ایمانی باقی رہا ہے کہ تکالیف سہہ کر دعوت کا تحفظ کریں ایسے میں یہ امید رکھنا عبث ہے کہ کوئی نیا سید علی ہمدانی پیدا ہوگا۔ مسئلہ کا حل یہ نہیں کہ انتظار کریں کوئی آئے اور تبلیغ دین کرے بلکہ ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ فرداً فرداً تبلیغ کا بیڑا اٹھائیں خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

محمد بشیر کوروی حال خپلو

رباعیات

شاہِ ہمدانؒ

ترجمہ : مردِ کہستانی

ہاں عیب ہے آدمی اچھا سمجھے خود کو
لوگوں سے برتر و بالا سمجھے خود کو
بہتر ہے تو سیکھے آنکھ کی پتلی سے سبق
دیکھے جو ہر شے اور نہ دیکھے خود کو

(۲)

بے کار وہ آنکھ جس کو نہ ہو جستجو اُس کی
کٹ جائے زباں جو کرے نہ گفتگو اُس کی
وہ دل جو محبت سے ہو اُس کی خالی
کتے کو بھی ڈالے تو نہ سونگھے بُو اُس کی

(۳)

گر دل میں نہ ہو حُبِ علیؑ و آلِ بتولؑ
ہرگز کرے گا تیری شفاعت نہ رسولؐ
بے شک تو بجا لائے تمام طاعتِ حق
بے حبِ علیؑ ہو گی وہ ہرگز نہ قبول

(۴)

بے شک مہر و مہر تیری منزل ہو
بے شک کو ثر سرشت میں تیری شامل ہو
پر حُبِ علیؑ سے جو خالی تیرا دل ہو
ممکن ہے ہر سعی تیری لاحاصل ہو

(۵)

نکلیں یہاں [illegible] ورنہ لے کے نہ اب غم جائیں
آقا! تیرے در سے خوش و خرم جائیں
تجھ جیسے کریم کے درِ رحمت سے اب تک
ہو کر گیا کوئی مایوس جو اب ہم جائیں

(۶)

بیمار ہوں اور دیدار دوا ہے میری
زندانِ زمانہ جائے قضا ہے میری
وہ غم کر چلے جس میں ہیں میرے تن و جاں
اور لاحق نہ کسی کو ہو دعا ہے میری